قصہ حاتم طائی



بہادری اور مہم جوئی کے عجیب و غریب واقعات

اسد

تصنیف	:	حیدر بخش حیدری
خلاصہ	:	علی اسد
ناشر	:	ہمدرد فاؤنڈیشن پریس
		ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰
طابع	:	سٹیزن گرافکس، کراچی
اشاعت	:	۱۹۹۴ء
تعداد اشاعت	:	دو ہزار
قیمت	:	۲۵ روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع، نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

پیش لفظ

حکیم محمد سعید

یورپ میں پندرھویں صدی عیسوی میں جب علم و ادب کا ذوق و شوق بڑھ گیا تو وہاں علوم کو دوبارہ زندہ کرنے کی تحریک شروع ہوئی۔ عالموں، ادیبوں اور شاعروں نے یونان اور روم کے پرانے مصنفوں، ادیبوں اور شاعروں کی تحریروں کو بہترین قرار دے کر انھیں کلاسک کا نام دیا۔ یہ لفظ پھر دنیا بھر میں مقبول ہوا۔ اب ہر ملک اپنے ماضی کے بہترین ادب کو کلاسک یا کلاسیکی ادب کہتا ہے۔ اردو میں کلاسک کا ترجمہ ادب عالیہ ہے۔

اردو ادب عالیہ کے دور ماضی کی کئی کتابیں ہیں جن میں باغ و بہار، آرائش محفل یا قصہ حاتم طائی اور توتا کہانی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ داستانی ادب کا زمانہ تھا۔ ایک طرف تو خوب صورت داستانیں لکھی جا رہی تھیں اور دوسری طرف خوش کلام داستان گو تھے جو محفل میں فصیح تلفظ اور آواز کے مناسب زیر و بم کے ساتھ اپنے مخصوص طرز ادا میں مزے لے لے کر داستان سناتے تھے اور حاضرین اس سے محظوظ ہوتے تھے۔ اردو میں داستان سرائی دیر تک مقبول رہی ہے۔ بعد میں فسانہ آزاد اور فسانہ عجائب جیسی لازوال کتابیں لکھی گئیں۔ ان سب داستانوں نے بے شمار افسانوی کردار متعارف کرائے اور سب سے اہم بات یہ کہ انھوں نے فصیح اور معیاری اردو کو مقبول اور ہر دل عزیز بنایا۔

ماضی کے اردو ادب عالیہ میں ایک خاص بات یہ پائی جاتی ہے کہ کتاب جس

دور سے تعلق رکھتی ہے اس دور کا رہن سہن (طرز معاشرت)، اس دور کے لوگوں کی سوچ (فکر) اور اس دور میں اچھی اور بری باتوں کا معیار (اخلاقیات) کتاب کی کہانی میں خوب صورتی سے سموئے ہوئے ہوتے ہیں۔ کہانی کا ہیرو خواہ جادو کے زور سے ہوا میں کیوں نہ اڑا جارہا ہو، اس کے لباس کی تراش خراش، اس کے کھانے کی تفصیل اور اس کے طرز گفتگو سے اس کردار کی شخصیت اور اس دور کی خصوصیات کی جھلک نظر آتی ہے۔

ادب عالیہ (کلاسک) کی اخلاقیات کسی ایک قوم یا کسی ایک علاقے سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہے۔ مثلاً چور کو چوری کی سزا ملتی ہے، مظلوم کی مدد کی جاتی ہے اور نیک کو نیکی کا صلہ ملتا ہے۔ ادب عالیہ کی کہانیوں میں انسان فطرت سے بہت قریب ہوتا ہے اس لیے جانور اس سے کبھی کبھی باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔

ان سب باتوں سے ادب عالیہ کی تعلیمی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ نونہال اسے شوق سے پڑھتے ہیں۔ لڑکپن میں پڑھی ہوئی چیزیں عمر بھر یاد رہتی ہیں۔ چناں چہ ان باتوں کی روشنی میں ہمدرد نے اردو اور انگریزی دونوں زبانوں کی دل چسپ اور مشہور کلاسک کے خلاصے شائع کیے ہیں۔ یہ کتاب آرائش محفل یا "قصہ حاتم طائی" کا دل چسپ خلاصہ ہے۔ امید ہے کہ شائقین اور نونہالوں کو یہ پسند آئے گا۔

قصہ حاتم طائی اور حیدری

مسعود احمد برکاتی

وہ طاقت ور ہے، بہادر ہے، سخی ہے، ہمدرد ہے۔ وہ سب کی مدد کرتا ہے۔ اس میں بلا کی ہمت اور جرات ہے۔ دوسروں کی تکلیف اٹھاتا ہے۔ وہ شیر کو اپنا گوشت پیش کرتا ہے۔ وہ گیدڑ کے بچوں کی جان بچاتا ہے۔ وہ ہرنی کو بھیڑیے کے پنجے سے چھڑاتا ہے۔ اس کی ہمدردی اور رحم دلی سے انسان اور جانور، سب کو فائدہ پہنچتا ہے وہ ایک شاہ زادے منیر شامی کی مشکل آسان کرنے کے لیے اپنی جان جوکھوں میں ڈالتا ہے۔ ایک دو نہیں سات مہمیں سر کرتا ہے۔ حسن بانو سات سوال کرتی ہے۔ ہر سوال کے جواب کے لیے اسے ایک سفر، ایک مہم پر جانا پڑتا ہے اور ہر قسم کی مشکل اور خطرہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

یہ کون ہے؟ کوئی دیو ہے، کوئی جن ہے یا کوئی جانور ہے؟ نہیں، ایک انسان ہے اس کا نام حاتم طائی ہے۔ حاتم دیو یا جن نہیں، انسان ہے، لیکن اپنی مہموں کے دوران میں اس کا واسطہ اس قسم کی مخلوق سے پڑتا ہے۔ کبھی اس کو ایک مچھلی ملتی ہے جس کا آدھا دھڑ مچھلی کا اور آدھا عورت کا ہے۔ حاتم کو ایک ایسی صورت دکھائی دیتی ہے جس کے نو ہاتھ، نو پاؤں اور نو منھ ہیں۔ اس کے منھ سے دھواں اور شعلہ نکلتا ہے۔ حاتم کو آٹھ پاؤں اور سات سروں کا ایک جانور بھی ملتا ہے۔ اس کو کئی بزرگ ملتے ہیں۔ یہ بزرگ اس کو بھوک پیاس کے لیے روٹی دیتے اور کنویں سے باہر نکالتے ہیں۔ حاتم کو پریوں، جادو اور طلسم کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔

غرض کہ حاتم طائی کو عجیب وغریب واقعات پیش آتے ہیں۔ وہ ہمت نہیں ہارتا۔ آخر کام یاب ہوتا ہے۔ حاتم کی انھی سات مہموں کی داستان حیدر بخش

حیدری نے بڑے مزے دار انداز میں لکھی ہے۔ یہ داستان پونے دو سو سال پہلے ۱۸۰۵ء میں فورٹ ولیم کالج کلکتے سے چھپی تھی۔ اس کتاب کا نام آرائش محفل یا قصہ حاتم طائی رکھا گیا تھا۔ ایک صاحب نے اس کا نام "ہفت سیر حاتم" بھی لکھا ہے۔

حیدر بخش حیدری کا پورا نام منشی سید محمد حیدر بخش حیدری تھا۔ ان کے بزرگ نجف اشرف سے ہجرت کر کے ہندستان آئے تھے۔ ان کے والد کا نام سید ابو الحسن نجفی تھا۔ وہ دہلی میں رہتے تھے، مگر جب زندگی دہلی میں تنگ ہوگئی تو وہ بنارس چلے گئے۔ بنارس میں دہلی جیسے باکمال لوگ نہیں تھے، مگر خوش قسمتی سے حیدر بخش حیدری کو بنارس میں بھی قابل لوگوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا۔ بنارس میں نواب ابراہیم خاں خلیل عدالت کے جج تھے۔ وہ پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ فارسی زبان بہت اچھی جانتے تھے۔ مشہور شاعر تھے۔ کئی کتابیں لکھی تھیں۔ ابو الحسن نے اپنے بیٹے حیدری کو نواب صاحب کے حوالے کر دیا، جن سے حیدری نے بہت کچھ سیکھا۔ نواب صاحب کے علاوہ حیدری نے قاضی عبد الرشید کے ماتحت بھی کام کیا ہے جس سے ان کی عربی فارسی بہت اچھی ہوگئی۔ تفسیر، حدیث، فقہ جیسے مذہبی علوم کی تعلیم مولوی غلام حسین غازی پوری سے حاصل کی۔ حیدری شاعر بھی تھے۔ وہ اب تک شاعر کی حیثیت سے مشہور نہیں تھے، لیکن حال ہی میں ان کا دیوان شائع ہوگیا ہے۔ بنارس سے حیدری کلکتے پہنچے۔

کلکتے کے راستے میں حیدری نے ایک قصہ "مہر و ماہ" لکھا اور وہاں پہنچ کر یہ قصہ جان بار تھوک گل کرسٹ (۱۷۵۹ تا ۱۸۴۸ء) کو دکھایا۔ گل کرسٹ فورٹ ولیم کالج کے شعبۂ ہندستانی کے پروفیسر تھے اور اپنی نگرانی میں اردو کی کتابیں لکھوا رہے تھے۔ گل کرسٹ کو یہ قصہ بہت پسند آیا اور حیدری ۴ مئی ۱۸۰۱ء کو کالج میں چالیس روپے ماہانہ پر "سیکنڈ منشی" کی حیثیت سے ملازم رکھ لیے گئے۔ فورٹ ولیم کالج انگریزوں نے کلکتے میں ۱۰ جولائی ۱۸۰۰ء کو قائم کیا تھا۔ اس کا مقصد انگریزوں کو اردو

سکھانا تھا تاکہ وہ ہندستانیوں کی زبان سمجھ کر ان پر اچھی طرح حکومت کر سکیں۔ انگریزوں نے تو اپنے مقصد سے کالج قائم کیا تھا، لیکن فورٹ ولیم کالج کی وجہ سے اردو کی بہت سی اچھی کتابیں وجود میں آگئیں۔ ان کتابوں کی تعداد ساٹھ بتائی جاتی ہے۔ ان میں باغ و بہار، آرائش محفل، توتا کہانی، بیتال پچیسی، باغ اردو، اخلاق ہندی بہت مشہور ہیں۔

آرائش محفل حیدری نے ۱۸۰۱ء میں لکھی۔ یہ ایک فارسی کتاب کا ترجمہ تھا۔ ترجمے کے ساتھ ساتھ حیدری نے اپنی طرف سے بھی اضافہ کیا تھا تاکہ قصہ زیادہ دل چسپ ہو جائے، اس لیے آرائش محفل کو صرف ترجمہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ حیدری نے دوسری جو کتابیں لکھیں ان کے نام یہ ہیں :

۱۔ قصہ مہر و ماہ
۲۔ قصہ لیلی مجنوں
۳۔ ہفت پیکر
۴۔ تاریخ نادری
۵۔ گلزار دانش
۶۔ گل دستہ حیدری
۷۔ گلشن ہند
۸۔ توتا کہانی
۹۔ گل مغفرت
۱۰۔ جامع القوانین

ان میں سے کئی کتابیں اب کہیں نہیں ملتیں۔ فورٹ ولیم کالج میں اور بھی کئی منشی (ادیب) تھے جو کتابیں لکھنے کے لیے رکھے گئے تھے، مگر ان میں سب سے زیادہ کتابیں حیدری نے ہی لکھیں۔ حیدری کوئی چودہ سال کالج میں ملازم رہے۔ ۱۸۲۳ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ حیدری کے حالات زندگی کی اس سے زیادہ تفصیل نہیں

ملتی۔

آرائش محفل یا قصۂ حاتم طائی کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ کئی بار چھپی۔ اس کے علاوہ اس کے قصے زبانی بھی سنائے جاتے تھے۔ بچے، بڑے، عورت، مرد سب شوق سے سنتے تھے۔ اس کے ہندی، گجراتی، بنگلا کئی زبانوں میں ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ آرائش محفل میں حیدری نے بول چال کا سا انداز اختیار کیا ہے، لیکن عربی فارسی کے الفاظ بھی خاصے استعمال کیے ہیں، پھر بھی زبان سادہ، رواں اور پر لطف ہے۔ بچوں اور نوجوانوں کے لیے ذرا مشکل ہے۔ خاص طور پر اس زمانے میں جب کہ پرانی کتابیں پڑھنے کا مشغلہ کم ہوگیا ہے اس کتاب کے بہت سے الفاظ سمجھنے میں نو عمروں کو دقت ہو گی، لیکن یہ مزے دار ہونے کے ساتھ اخلاقی کہانی بھی ہے، اس لیے اس کا مطالعہ ہر لحاظ سے مفید ہے۔ خاص طور پر اردو ادب کے طالب علموں کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ انھی کے لیے اس کتاب کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔

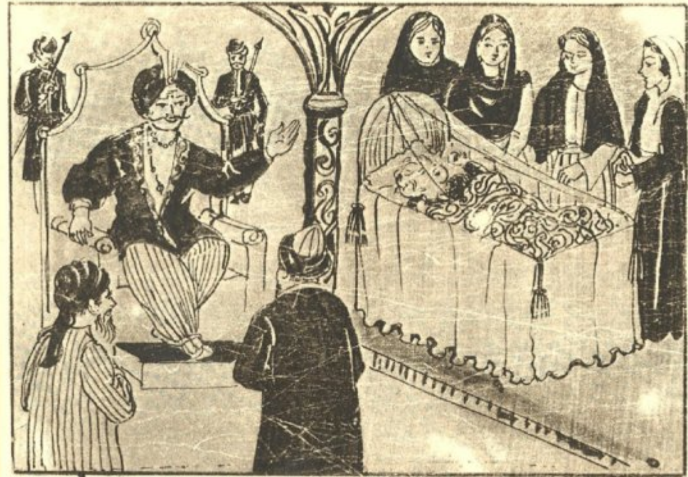
یہ خلاصہ جناب علی اسد نے کیا ہے۔ علی اسد صاحب کو بچے خوب جانتے ہیں۔ ان کی کہانیاں پڑھتے رہتے ہیں۔ انھوں نے سیکڑوں کہانیاں لکھی ہیں۔ انگریزی کے بڑے بڑے ادیبوں کی موٹی موٹی کتابوں کا خلاصہ کر کے ان کو اردو میں پیش کرنے میں ان کو ملکہ حاصل ہے۔ انھوں نے انگریزی کی بہت سی مشہور کہانیوں کو اردو میں ڈھال کر بڑوں اور بچوں کو پڑھوا دیا۔ انھوں نے سمرسٹ مام کے افسانوں کا بھی اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ وہ بڑے اچھے ادیب اور مترجم ہیں۔ اچھے انسان بھی ہیں۔ قصۂ حاتم طائی کا بھی انھوں نے بڑا اچھا خلاصہ کیا ہے۔ جہاں تک ہو سکا ہے حیدر بخش حیدری کی زبان برقرار رکھی ہے۔ جہاں ممکن نہیں ہوا تو الفاظ بدل دیے ہیں۔

حسن بانو کے سات سوال

لکھنے والوں نے یوں لکھا ہے کہ اگلے زمانے میں یمن کا ایک بادشاہ تھا جس کا نام تھا "طے"۔ اس کے ہاں جب ایک بیٹا پیدا ہوا تو اس نے نجومیوں سے لڑکے کے مستقبل کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے شاہ زادے کو ہر طرح سے صاحب اقبال پایا اور کہا، "یہ اللہ کی خوش نودی کے لیے تمام عمر کام کرتا رہے گا۔"

بادشاہ نے ان کو انعام دیا اور شاہ زادے کا نام حاتم رکھا۔ جس دن حاتم پیدا ہوا اسی روز ملک میں چھے ہزار بچے پیدا ہوئے۔ بادشاہ نے ان سب کی پرورش اپنے ذمے لے لی۔ چھے ہزار دائیاں ان بچوں کے لیے رکھی گئیں اور چار دائیاں حاتم کے واسطے مقرر کی گئیں۔ انھوں نے لاکھ کوشش کی، مگر حاتم نے دودھ نہ پیا۔ بادشاہ نے فوراً سیانوں کو بلوایا اور اس کا سبب پوچھا۔ وہ بولے کہ حاتم پہلے دوسرے بچوں کو دودھ پلوائے گا، پھر خود پئے گا۔ چناں چہ جب دوسرے بچے دودھ پی چکے تب حاتم نے بھی دودھ پیا۔ حاتم بچپن ہی سے نہ روتا، نہ اکیلے کھاتا اور نہ غفلت کی نیند سوتا۔

فضل خدا سے حاتم جب چودہ برس کا ہوا تو جو زر و جواہر باپ نے جمع کیا تھا اسے راہ خدا میں خرچ کرنے لگا۔ جب شکار کو جاتا تو جانور کو جیتا ہی پکڑتا اور چھوڑ دیتا۔ حسن بھی ایسا پایا تھا کہ جو دیکھتا وہ ہزار جان سے فریفتہ ہو جاتا۔ اتفاق سے ایک دن جنگل میں شکار کھیلنے گیا کہ اتنے میں ایک شیر غراتا ہوا نظر آیا۔ حاتم کو اندیشہ ہوا کہ اگر خنجر مارتا ہوں تو یہ بے زبان زخمی ہو جاتا ہے یا مارا جاتا ہے اگر چھوڑتا ہوں تو خود جان گنواتا ہوں۔ سوچنے لگا کہ اگر یہ میرا گوشت کھا لے تو اس کا



پیٹ بھر جائے گا اور مجھ کو ثواب ہوگا۔ چناں چہ حاتم شیر کے آگے آیا اور بولا:

"اے شیر صحرائی! میرا اور میرے گھوڑے کا گوشت حاضر ہے۔ اپنا پیٹ بھر لے اور چلا جا۔"

یہ سنتے ہی شیر اپنا سر جھکا کر حاتم کے قدموں پر گر پڑا۔ یہ دیکھ کر حاتم نے کہا: "اے شیر، یہ مناسب نہیں کہ حاتم کے پاس سے تو بھوکا جائے۔ اگر مجھ کو نہیں کھاتا تو میرا گھوڑا موجود ہے۔"

شیر کچھ نہ بولا۔ سر جھکا کر چلا گیا۔ غرض حاتم برابر خلق خدا کی خدمت کرتا رہتا تھا۔

اسی زمانے میں ملک خراساں میں ایک بادشاہ تھا جس کے عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ اس جگہ برزخ نامی ایک بڑا مال دار سوداگر رہا کرتا تھا۔ بادشاہ اس پر بڑا مہربان تھا۔ اس سوداگر کی ایک ہی بیٹی تھی جس کا نام تھا حسن بانو۔ سوداگر کا جب آخری وقت آپہنچا تو حسن بانو بارہ برس

کی تھی۔ چناں چہ سوداگر نے حسن بانو کو بادشاہ کے سپرد کیا اور ابدی نیند سو گیا۔ بادشاہ نے بھی اسے اپنی بیٹیوں کی طرح رکھا اور اس کے باپ کا سارا زر و جواہر اسی کو بخش دیا۔ خود لالچ نہ کیا۔

جب لڑکی بڑی ہوئی تو اپنی دائی سے کہنے لگی: "اے مہربان ماں! دنیا پانی کے بلبلے کی طرح ہے۔ اتنی دولت لے کر میں اکیلی کیا کروں گی۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو راہ خدا میں لٹا دوں اور خود شادی بیاہ بھی نہ کروں، بلکہ یاد اللہ میں مشغول رہوں۔ اب تم بتاؤ کہ شادی سے کس طرح چھٹکارا پاؤں۔"

دائی نے بلائیں لے کر کہا: "اے جان مادر، تو ان سات سوالوں کو لکھ کر اپنے دروازے پر لگادے اور یہ کہہ کہ جو میرے ساتوں سوال پورے کرے گا میں اس کو قبول کروں گی۔ وہ سات سوال یہ ہیں:"

پہلا سوال یہ ہے کہ ایک بار دیکھا ہے، دوسری بار کی ہوس ہے۔ دوسرا سوال



یہ ہے کہ نیکی کر دریا میں ڈال۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ بدی کسی سے نہ کر، اگر کرے

گا تو وہی پائے گا۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ سچ کہنے والے کے آگے ہمیشہ راحت ہے۔ پانچواں سوال یہ ہے کہ "کوہ ندا" کی خبر لائے۔ چھٹا سوال یہ ہے کہ وہ موتی جو مرغابی کے انڈے کے برابر موجود ہے، اس کی جوڑی پیدا کرے۔ ساتواں سوال یہ ہے کہ "حمام باد گرد" کی خبر لائے۔

حسن بانو کو یہ مشورہ پسند آیا اور سوچنے لگی کہ ایسا کون ہوگا جو ان سوالوں کا جواب لائے گا۔ انھی خیالات میں غلطاں و پیچاں وہ آٹھوں پہر نماز روزے میں مشغول رہنے لگی۔ ایک دن اپنے کوٹھے پر بیٹھی بازار کا تماشا دیکھ رہی تھی کہ اتنے میں ایک فقیر نہایت بزرگ صورت چالیس خادموں کو لیے اس طرف اس ادا سے گزرا کہ پاؤں بھی زمین پر نہ رکھتا تھا۔ اس کے وہی خادم سونے کی اینٹیں قدم تلے رکھتے جاتے تھے اور وہ ان پر پیر رکھتا ہوا چلا جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر حسن بانو نے اپنی دائی سے کہا:

"اے اماں جان! یہ فقیر بڑا صاحب کمال معلوم ہوتا ہے۔"

دائی نے کہا: "اماں واری! یہ بادشاہ کا پیر ہے۔ بادشاہ مہینے میں دو چار بار اس کے پاس جاتا ہے اور یہ بھی کبھی کبھی بادشاہ کے پاس آتا ہے۔ اس پر حسن بانو بولی:

"اگر تم اجازت دو تو اس درویش کو گھڑی دو گھڑی کے لیے اپنے گھر آنے کی زحمت دوں!"

دائی نے کہا: "اس میں کیا پوچھنا ہے۔ مثل مشہور ہے آنکھوں سکھ کلیجے ٹھنڈک۔"

غرض دوسرے دن وہ فقیر اپنے چالیس فقیروں کے ساتھ حسن بانو کے گھر آپہنچا۔ حسن بانو نے دروازے سے لے کر نشست گاہ تک زر بفت کا فرش پہلے ہی سے کروا رکھا تھا۔ وہ اس کو روندتا ہوا مسند شاہانہ پر آبیٹھا۔ خواجہ سرا زر و جواہر کی کشتیاں اس کے آگے لے آئے۔ اس نے کچھ قبول نہ کیا۔ پھر بہت سے خوان شیرینی اور میوے کے لے آئے اور سونے چاندی کے برتنوں میں قسم قسم کے کھانے رکھ کر اس کے ہاتھ دھلوائے اور عرض کرنے لگے کہ ہماری بی بی کی التجا

ہے کہ آپ کچھ تناول فرمائیں۔ یہ سن کر وہ مکار کھانا کھانے لگا اور سونے چاندی کے اسباب کو بھانپنے لگا۔ وہ ہر نوالے کے ساتھ یہ سوچتا رہا کہ آج ہی رات یہ تمام قیمتی سامان اپنے گھر لے جاؤں گا۔ کھانے کے بعد جڑاؤ عطر دان لایا گیا۔ اس نے عطر اپنی داڑھی اور پوشاک میں ملا اور حسن بانو کو دعائیں دے کر چلا گیا۔

اتنے میں رات ہوگئی۔ حسن بانو کے گھر کے لوگ کام کاج میں اتنے تھک گئے تھے کہ بے اختیار پاؤں پھیلا کر سو رہے۔ نہ دروازے بند کیے اور نہ اسباب و جواہر کو ٹھکانے رکھا۔ بعد دو پہر رات کے وہ ڈکیت اپنے چالیس چوروں کے ساتھ اس کی حویلی پر آپڑا اور تمام زر و جواہر غارت کرنے لگا۔ اس عرصے میں جو لوگ جاگ اٹھے وہ ان ظالموں کے ہاتھوں زخمی ہوئے اور کچھ مارے گئے۔

حسن بانو اپنے کوٹھے کی کھڑکی سے جھانک جھانک کر دیکھتی تھی اور ان کو پہچان کر افسوس کرتی تھی کہ یہ موا تو وہی فقیر ہے۔ غرض رات جوں توں کاٹی صبح کو مردوں اور زخمیوں کو لے کر بادشاہ کے پاس فریادی ہوئی۔ بادشاہ سے اس نے کہا:



"کل لونڈی نے اس فقیر کی مہمانی کی تھی۔ سو اس نے دو پہر رات گئے چالیس چوروں کے ساتھ آکر مجھ غریب کا گھر لوٹا۔ دس بیس کو زخمی کیا دو چار کو مار ڈالا اور گیارہ بارہ لاکھ رپے کا زر و جواہر و نقد و اسباب لے گیا۔ خدا اس کا منہ کالا کرے کہ اس نے اس قدر ظلم و ستم کیا۔"

یہ سنتے ہی بادشاہ غصے ہوگیا اور بولا: "نادان، تجھے کچھ شعور بھی ہے جو ایسے ولی پر تہمت لگاتی ہے۔ وہ تو تمام جہان کی چیزوں سے نفرت کرتا ہے۔" حسن بانو نے پھر عرض کی کہ اے حضرت! ایسے کافر کو ولی نہ کہیے۔ یہ تو شیطان سے بھی زیادہ ہے۔ یہ سن کر بادشاہ اور بھی برہم ہوگیا اور بولا:

"ارے کوئی ہے! اس بد بخت لڑکی کو میرے سامنے ہی سنگسار کرے۔"

اتنے میں ایک نیک وزیر اٹھا اور پایہ تخت چوم کر بولا: "جہاں پناہ! یہ اسی برزخ سوداگر کی بیٹی ہے جس کے سر پر آپ ہمیشہ شفقت فرماتے تھے اور اپنے پاس بٹھلاتے تھے۔ آج اسی کو سنگسار کرتے ہیں۔ اگر اس کے ساتھ یہ سلوک ہوا تو ہر ایک اس اندیشے سے ہلاک ہو گا کہ جہاں پناہ ہمارے بعد ہماری اولاد سے بھی یہی سلوک کریں گے اور اس خیال سے آپ کے غلام ایک ایک کر کے بھاگنا شروع کر دیں گے اور کیا عجب کہ غنیموں سے جا ملیں۔ یہ عرض کرنی واجب تھی، آگے جو مرضی خداوند کی۔"

یہ سن کر بادشاہ بولا: "اے دانش مند، میں نے تیری سفارش اور برزخ سوداگر کی خاطر سے اس کی جاں بخشی کی، مگر یہ آج ہی اس شہر سے نکل جائے۔ ہمارے آدمی اس کو جلا وطن کریں اور اس کے گھر کا سارا سامان توشے خانے (شاہی لباس وغیرہ رکھنے کا مکان) میں داخل کریں۔ چناں چہ فوج شاہی گئی اور حسن بانو کو گھر سے بے گھر کرکے گھر کا سارا سامان جو اس فقیر سے بچا تھا اٹھا لے گئی اور وہ غریب اپنی دائی کے ساتھ ایک جنگل میں جا پڑی۔ جنگل میں رو رو کر اپنی دائی سے کہتی تھی کہ نہ جانے ایسی کیا خطا ہوئی جو میں اس عذاب میں پڑی۔ وہ اس کو گلے لگا کر یوں دلاسا دیتی تھی کہ بی بی، صبر کر۔ اگر اللہ فضل کرے گا تو پھر سب ٹھیک ہو رہے

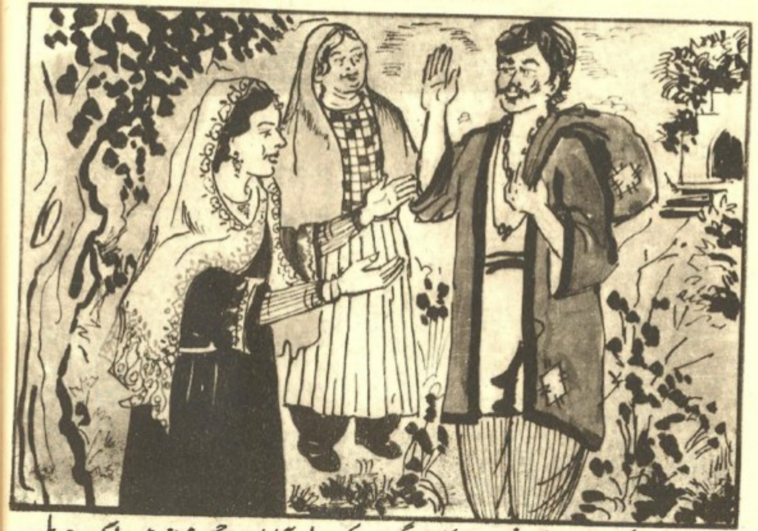
گا۔

اسی طرح روتی دھوتی ایک دوسرے جنگل میں جا پہنچی اور ایک درخت کے سائے میں جا بیٹھی - دو چار دن کی بھوکی پیاسی تو تھی ہی۔ بے اختیار نیند آگئی۔ خواب میں کیا دیکھتی ہے کہ ایک بزرگ سفید لباس پہنے، عصائے سبز لیے، کھڑاؤں پہنے سرہانے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ غم نہ کھا، وہ کریم کار ساز ہے۔ اس درخت کے نیچے سات بادشاہوں کی دولت گڑی ہے۔ اللہ نے یہ تیرے لیے ہی چھپا رکھی ہے۔ اب اٹھ اور اس خزانے کو اپنے کام میں لا۔ دل کو اللہ کی یاد میں لگا۔ حسن بانو نے کہا کہ میں ایک عورت ناتواں، زمین کیوں کر کھودوں؟ بزرگ نے کہا:

"تو ایک لکڑی سے ذرا کھود اور اللہ کی قدرت دیکھ کہ وہ اس مشکل کو کیسے آسان کرتا ہے۔"

یہ سن کر حسن بانو چونک اٹھی اور دائی سے حقیقت کہنے لگی۔ آخر کار اس نے اور اس کی دائی نے جب اس درخت کی جڑ ایک لکڑی سے کھودی تو سات کنویں اشرفیوں سے بھرے اور سو صندوق جواہر سے لبالب مع اس موتی کے جو مرغابی کے انڈے کے برابر تھا دکھائی دیے۔ حسن بانو نہایت خوش ہوئی اور اللہ کا شکر کر کے اپنی دائی سے کہنے لگی کہ تم اسی گھڑی شہر سے ہمارے کنبے والوں کو لے آؤ اور کھانے پینے کی چیز بھی لیتی آؤ۔ اس نے کہا تجھے تنہا کیسے چھوڑوں۔ وہ اسی بات چیت میں تھیں کہ حسن بانو کا دودھ شریک بھائی فقیروں کا بھیس بنائے آنکلا۔

حسن بانو نے اسے گلے لگا لیا اور دلاسا دیا کہ تو اطمینان رکھ، اللہ نے اس قدر زر و جواہر دیا ہے کہ جس کا حساب نہیں۔ تو یہ رقم لے کر شہر سے ہمارے تمام عزیزوں کو لے آ اور راج مزدور بھی بلا لا، تاکہ وہ ایک عالی شان عمارت تیار کریں۔ میں چاہتی ہوں کہ ایک بہت بڑا شہر بساؤں اور اس کا نام "شاہ آباد" رکھوں، لیکن یہ ابھی کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ چناں چہ وہ تھوڑے سے رپے لے کر شہر گیا اور تمام تباہ حال عزیزوں کو لے کر حسن بانو کے پاس آگیا۔ وہ سب بہت خوش ہوئے ایک بڑا سا خیمہ لگا کر اس میں رہنے لگے۔



اس کے بعد وہ پھر شہر سے کاری گروں کو لے آیا اور چھ مہینے میں ایک حویلی تیار ہو گئی۔ پھر حسن بانو نے حویلی کے گرد ایک عالی شان شہر آباد کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ بادشاہ کی مرضی کے بغیر اتنا بڑا شہر بسانا اچھا نہیں۔ یہ سن کر حسن بانو نے مردانہ لباس پہنا اور ایک عربی گھوڑے پر سوار ہو، چند پیادوں کو آگے رکھ، ایک خوان جواہر اور ایک یاقوت کا اپنے ساتھ لے کر شہر کی طرف روانہ ہوئی۔

بادشاہ کو خبر ہوئی کہ ایک سوداگر بچہ حضور کی قدم بوسی کے لیے آیا ہے۔ بادشاہ نے اجازت دی تو وہ حاضر ہو کر آداب بجا لائی اور نذر کے خوان پیش کر کے امید وار مہربانی کی ہوئی۔ بادشاہ نے خوش ہو کر پوچھا کہ تم کس شہر کے رہنے والے ہو اور کس کام کو آئے ہو۔ تمھارا نام کیا ہے؟

وہ ہاتھ باندھ کر بولی: "میں فلاں سوداگر کا بیٹا ہوں۔ والد جہاز پر مر گئے۔ عرصے سے قدم بوسی کی آرزو تھی۔ آج قسمت کی مدد سے یہاں تک پہنچا ہوں۔

اب باقی عمر حضور کے سائے میں بسر کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا اگر حکم ہو تو فلاں جنگل میں ایک شہر آباد کر کے نام اس کا "شاہ آباد" رکھوں۔"

بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا:

"آج سے تو میری فرزندی میں داخل ہے۔ جہاں چاہے وہاں رہ، جو چاہے سو لے!"

حسن بانو نے آداب بجا لا کر کہا:

"اے خداوند، اگر غلام کو شاہ زادوں میں شمار کیا ہے تو کسی عمدہ خطاب سے بھی سرفراز فرمائیے۔ میرا نام بہرام ہے۔ جو اس لائق نہیں۔" جہاں پناہ نے اس بات کو پسند کیا اور اس کا نام "ماہ روشاہ" رکھا اور ہر ایک کارکن کو حکم دیا کہ اس شہر کو آباد کرنے میں مشغول ہو جائیں۔

حسن بانو مہینے میں دو تین بار بادشاہ کو سلام کرنے آتی رہتی تھی۔ دو برس کے بعد ایک عظیم شہر آباد کیا۔ نام اس کا شاہ آباد رکھا۔ ایک دن بادشاہ کو سلام کرنے جو آئی تو بادشاہ اس وقت اس درویش بزرگ صورت، مگر شیطان سیرت کے یہاں جایا چاہتے تھے۔ حسن بانو کو دیکھ کر کہنے لگے کہ فرزند، آج ہم تم دونوں اس بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ غرض حسن بانو بادشاہ کے ساتھ اس فقیر کے گھر گئی اور بادشاہ اس شیطان کے آگے اس کی تعریف کرنے لگا۔

حسن بانو اب ماہ روشاہ کے نام سے مشہور تھی۔ سر جھکا کر تعریفیں سنتی رہی۔ جب رخصت ہونے لگے تو ماہ روشاہ نے اس فقیر سے کہا کہ اگر پیر و مرشد اس کمترین کے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں تو عین نوازش ہو۔

اس شیطان سیرت نے آنے کا وعدہ کر لیا۔ ماہ روشاہ نے پھر بادشاہ سے کہا کہ میری حویلی دور ہے۔ لہٰذا اگر برزخ سوداگر کی خالی حویلی دو چار روز کے لیے عنایت کریں تو غلام اس ولی کی دعوت وہیں کرے۔ بادشاہ نے کہا: "اے ماہ روشاہ، وہ حویلی ہم نے تجھی کو بخشی۔"

حویلی مرمت طلب تھی لہٰذا اس کو درست کیا گیا اور نہایت قیمتی سامان سے



آراستہ کیا گیا۔ ماہ روشاہ پھر بادشاہ کے پاس گیا اور بولا:

"جہاں پناہ ارادہ ہے کہ چند روز برزخ سوداگر کی حویلی میں رہوں۔ سلام کو بھی روز حاضر ہوا کروں، لیکن کل اپنے پیرو مرشد کی تواضع کروں۔"

بادشاہ نے فرمایا: "بہت بہتر۔"

بادشاہ سے رخصت ہو کر حسن بانو نے ایک آدمی سے کہا کہ تو جا کر اس فقیر سے یہ عرض کر کہ کل اگر تشریف لے آئیں تو بڑا کرم ہو۔ فقیر نے دعوت قبول کر لی اور صبح کو فقیروں کو ساتھ لیے سونے کی اینٹوں پر پاؤں رکھتا ہوا چلا۔ شاہ زادے نے اس کو مسند شاہانہ پر بٹھایا، زرو جواہر کے خوان پیش کیے، مگر فقیر نے قبول نہ کیے۔ پھر کئی خوان میوے کے منگوائے اور ایک دستر خوان زر بفت کا بچھوایا اور ہاتھ دھلا کر عرض کی کہ پیرو مرشد کچھ نوش فرمائیں۔ یہ سن کر اس نے ہاتھ بڑھایا، مگر دو چار لقمے کھا کر کہا کہ بس، فقیروں کو پیٹ بھر کر کھانا اچھا نہیں۔ عبادت نہ کر سکیں گے، مگر فقیر اپنے دل میں کہتا تھا کہ سب اسباب اپنا ہی ہے۔ پھر ایک مرصع

عطر دان، پان دان آگے لا کر رکھا۔ اس نے عطر ملا اور گھڑی دو گھڑی کے بعد رخصت ہوا۔

فقیر اپنے گھر آ کر چوروں سے کہنے لگا کہ آج ہی رات تمام اسباب چرا کر اپنے گھر لے آئیں۔ جب رات ہو گئی تو اس نے چوروں کے کپڑے پہنے اور انھی چالیسوں کو لے کر اس حویلی کی طرف چلا۔ ماہ روشاہ نے تمام اسباب اسی طرح رہنے دیا تھا اور اپنے آدمیوں کو کہہ دیا تھا کہ مستعد بیٹھے رہیں اور ایک رقعہ شہر کے کوتوال کو لکھ بھیجا کہ آج کی رات ڈاکا پڑنے کی خبر ہے۔ تم کچھ آدمیوں کو لے کر جلد آؤ اور کونے میں چھپے گھات میں رہو۔ جس وقت حویلی سے شور و غل کی آواز بلند ہو اسی گھڑی تم آجانا اور چوروں کو باندھ لینا، چناں چہ کوتوال دو سو پیادوں کے ساتھ حویلی کے دائیں بائیں آ کر بیٹھ رہا کہ اتنے میں وہ فقیر اپنے اچکوں کے ساتھ حویلی میں جا گھسا اور اسباب لوٹنے لگا۔ ہر ایک نے گٹھری باندھ کر سر پر رکھی۔

وہ فقیر بھی مرصع طاؤس کو لے کر حویلی سے باہر نکلا۔ پیادے تو تاک میں تھے ہی۔ اپنی اپنی جگہ سے کودے اور ان کو باندھنے لگے۔ فوراً سب کی مشکیں کس لیں اور گٹھریاں ان کے گلے میں ڈال دیں۔ اس قدر شور و غل ہوا کہ کوتوال خود چلا آیا۔ حسن بانو ان دشمنوں کو گرفتار دیکھ کر نہایت خوش ہوئی۔

صبح کو بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ وزیر، امیر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں کوتوال ان سب کو باندھے ہوئے آ پہنچا اور بولا:

"جہاں پناہ، رات برزخ سوداگر کی حویلی میں چوری ہوئی۔ یہ نمک خوار وہاں پہنچا اور چوروں کو مع زر و جواہر کے لیے آیا ہوں۔ بہ ظاہر صورت آشنا معلوم ہوتے ہیں۔"

اتنے میں ماہ روشاہ بھی آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ اے فرزند، رات تمھارے ہاں چور آ گئے؟ اس نے کہا:

"جی ہاں، اگر کوتوال وقت پر نہ پہنچتا تو میں مارا جاتا۔"

یہ سن بادشاہ نے کہا کہ چوروں کو ہمارے سامنے لاؤ۔ چور لائے گئے۔ بادشاہ

ہنسا اور بولا کہ اے فرزند یہ تو ہمارے ارزق شاہ صاحب معلوم ہوتے ہیں۔ انھیں اور نزدیک لاؤ۔ چناں چہ وہ آگے آئے اور بہ خوبی پہچانے گئے۔ کوتوال کو حکم دیا کہ ان کی گٹھریاں اور کمریں کھولو' جب تلاشی لی گئی تو ہر ایک کے پاس سے مال اور کمندیں اور پھانسیاں نکلیں۔ ارزق کی کمر سے بھی طاؤس مرصع اور پھانسیاں نکلیں۔ بادشاہ نے کہا کہ ان کو ابھی سولی دو تاکہ پھر کوئی ایسی دغا بازی نہ کرے۔ بادشاہ کے زبان ہلانے کی دیر تھی کہ جلاد نے ہر ایک کا کام تمام کیا۔

تب حسن بانو اٹھی اور ہاتھ باندھ کر بولی: "جہاں پناہ! یہ لونڈی برزخ سوداگر کی بیٹی ہے۔ حضور نے اس بے حیا فقیر کے واسطے لونڈی کو شہر بدر کیا تھا۔ میرے باپ کا مال اس کے گھر میں ہے۔ اگر اس کو کھدوا دیں تو جھوٹ سچ ظاہر ہو جائے۔"

بادشاہ پشیمان ہوا اور حسن بانو کی تعریفیں کرنے لگا۔ جب فقیر کا مکان کھودا تو برزخ سوداگر کا تمام مال نکلا۔ حسن بانو نے وہ سب بادشاہ کی نذر کیا اور بادشاہ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ بادشاہ نے اسے قبول کیا۔ پھر وہ رخصت ہو کر اپنے شہر آئی۔



دو تین دن بعد بادشاہ نے اس شہر کی طرف کوچ کیا۔ حسن بانو نے اس کی خوب خاطر کی۔ کئی خوان زر و جواہر کے پیش کیے۔ پھر بادشاہ کو وہ ساتوں کنویں زر و جواہر سے بھرے ہوئے دکھلائے گئے۔ حسن بانو نے بادشاہ سے کہا کہ یہ سب شاہی خزانے میں داخل کروا دیجیے۔

چناں چہ بادشاہ نے وزیروں کو حکم دے دیا' مگر جب انھوں نے چاہا کہ اشرفیاں نکالیں تو وہیں پر وہ زر و جواہر سانپ اور بچھو کی صورت ہو گئے۔ یہ لوگ ڈر کر بادشاہ کے پاس گئے۔ بادشاہ حیران ہوا اور حسن بانو پشیمان ہوئی۔ پھر بادشاہ بولا:

"اے دختر! یہ مال و اسباب حق تعالیٰ نے تیری ہی قسمت میں لکھا ہے' دوسرا نہ لے سکے گا۔"

بادشاہ رخصت ہوا تھوڑے سپاہی حفاظت کے واسطے چھوڑ گیا۔ حسن بانو نے اسی روز ایک عالی شان مسافر خانہ بنوایا۔ جو کوئی اس کے شہر میں آتا اس کو ضرورت کے مطابق خرچ دیتی۔ چند ہی دنوں میں اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر شہر خارزم میں پہنچی۔ وہاں کا بادشاہ لشکر عظیم اور ملک وسیع رکھتا تھا۔ اس کا ایک بیٹا منیر شامی چودہ پندرہ برس کا نہایت حسین تھا۔ اس نے بھی حسن بانو کی سخاوت اور خوب صورتی کا چرچا سنتے ہی فریفتہ ہو گیا اور ایک مصور سے کہا کہ تو حسن بانو کی ایک تصویر بنا لا۔ چناں چہ مصور وہاں پہنچا۔ حسن بانو کے نوکر اسے حسن بانو کے پاس لے آئے جیسا کہ دستور تھا۔ مصور نے نوکری کی درخواست کی اور کہا کہ میں تصویریں بناتا ہوں۔ حسن بانو نے اسے نوکر رکھ لیا۔ چند دنوں کے بعد جی میں آئی کہ اپنی تصویر کھنچوائے اور مصور کا جھوٹ سچ معلوم کرے۔ لہٰذا ایک دن مصور سے کہا کہ اے مصور! میری تصویر بے دیکھے کھینچ۔ اس نے کہا کہ آپ کوٹھے پر چڑھیں اور ایک لگن پانی بھر کر زیر دیوار رکھوا دیں۔ میں پانی میں ذرا سا عکس دیکھ لوں تو تصویر بناؤں۔

چناں چہ اسی طرح سے حسن بانو کی تصویر تیار ہو گئی۔ اصل تصویر تو مصور نے اپنے پاس رکھی اور ایسی ویسی حسن بانو کے حوالے کی۔ پھر وہ منیر شامی کے پاس پہنچا

اور وہ تصویر اس کو دے دی۔ منیر شامی تصویر دیکھتے ہی بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش آیا تو دل میں یہ ٹھان لی کہ اب نکل چلیے' حال آنکہ باپ کی مرضی نہیں تھی۔ آخر کار آدھی رات کو فقیروں کی طرح گھر سے اکیلا نکلا اور شاہ آباد کی راہ لی۔ جب وہاں پہنچا تو حسن بانو کو اس کی اطلاع ہوئی کہ ایک مسافر ایسا ہے کہ نہ کھاتا ہے نہ بات کرتا ہے۔ حسن بانو نے اسے بلوایا اور کہا:

"اے مسافر! تو نے کھانا پینا کیوں چھوڑا اور رپیا کیوں نہ لیا۔" اس نے کہا میں شہر خارزم کا شاہ زادہ ہوں۔ زر و جواہر کا محتاج نہیں۔ حسن بانو نے پوچھا:

"تو پھر فقیروں کا سا حال کیوں بنایا ہے؟"

بولا: "میں تیری تصویر کو دیکھ کر دیوانہ ہوا۔ شاہ زادگی کو خاک میں ملا کر یہاں تک آپہنچا ہوں۔ آگے تیری مرضی۔"

یہ سن کر حسن بانو نے کہا:

"اے جوان' اس خیال کو اپنے دل سے نکال ڈال' کیوں کہ اگر خاک ہو کر تو ہوا کے ساتھ اڑتا پھرے گا تب بھی میرے قریب نہ آسکے گا' منہ دیکھنے کا تو ذکر کیا۔ ہاں مگر وہ شخص جو میری سات شرطیں پوری کردے وہ مجھ تک پہنچ سکے گا۔"

یہ سن کر منیر شامی نے ان سوالات کے بارے میں دریافت کیا۔ حسن بانو نے وہی ساتوں سوالات بتا دیے جو اس کو دائی نے سکھلائے تھے۔ سوالات سن کر منیر شامی حیران رہ گیا۔ حسن بانو نے کہا کہ اگر تو ان سوالات کے جواب نہیں دے سکتا تو پھر میرے دیکھنے کے خیال کو دل سے اٹھا دے اور چلا جا۔ شاہ زادہ مایوس ہو کر اور ایک برس کا وعدہ کر کے جانے لگا۔ حسن بانو سمجھ گئی کہ یہ اپنا دل کھو چکا ہے۔ تھوڑے بہت رپے دیے اور نام پوچھا۔ اس نے کہا:

"منیر شامی۔"

چناں چہ وہ روتا پیٹتا جنگل کو روانہ ہوا۔ کبھی ہنستا اور کبھی روتا' مگر قدم بڑھائے آگے بڑھتا جاتا۔ ایک دن پھرتے پھراتے یمن کے ایک جنگل میں جانکلا۔ حاتم بھی شکار کھیلنے گیا تھا۔ اتنے میں ایک دردناک آواز اس کے کان میں آئی۔



حاتم ادھر چلا اور منیر شامی کے قریب پہنچ کر بولا:

"اے جوان! تجھ پر کیا مصیبت پڑی جو تیری یہ حالت ہے۔"

اس نے جواب دیا:

"اے بھائی' کیا کہوں؟ کون ہے جو میرا درد دل سنے اور اس کا علاج کرے۔"

حاتم نے کہا: "تو خاطر جمع رکھ اور مجھ سے کہہ۔ میں نے اللہ کی راہ میں کمر باندھی ہے۔ تیرے بھی کام آؤں گا۔"

منیر شامی نے جو ہمدردی کی باتیں سنیں تو اپنی بغل سے وہ تصویر نکالی اور حاتم کو دکھلا کر پوچھا: "اب تو ہی بتا کہ بن دیکھے اس کے کیوں کر جیوں۔" حاتم تصویر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بولا: "ناامید مت ہو۔ جب تک تیرا دوست تجھ سے نہیں ملاؤں گا تب تک تیرا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔"

غرض اسی طرح تسلی دے اسے یمن لے گیا۔ پوشاک بدلوائی' دعوتیں کھلائیں۔ دو چار روز بعد منیر شامی کو اداس دیکھ کر حاتم نے اپنے امیروں' وزیروں

کو جمع کیا اور بولا:

"جس طرح میرے سامنے مسافروں کو مکان، بھوکوں کو کھانا اور ننگوں کو کپڑا ملتا ہے، اسی طرح سے میرے آنے تک ملتا رہے۔"

حاتم اس طرح سمجھا بجھا منیر شامی کے ساتھ شاہ آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب یہ وہاں پہنچے تو حسن بانو نے انھیں بلوایا اور پردے کی آڑ میں بیٹھ کر ان کا حال دریافت کیا۔ حاتم نے منیر شامی کی حالت زار کی طرف توجہ دلائی۔ وہ بولی:

"اے بندہ خدا! میں نامحرم کے سامنے کیوں کر ہوں۔ ہاں جو کوئی یہ ساتوں سوال پورے کرے گا وہی نکاح کے بعد مجھے دیکھ سکے گا۔"

حاتم نے کہا کہ وہ کون سے سوال ہیں؟ اپنی زبان شیریں سے بیان کرو۔ ساتھ اس کے یہ قول بھی دو کہ اگر ان سوالوں کو پورا کروں تو تمھیں جسے چاہوں بخش دوں۔ حسن بانو نے اس بات کو مان لیا۔ پھر دستر خوان بچھوا کر طرح طرح کے کھانے کھلوائے اور رخصت کے وقت یہ کہا:

"اے حاتم! پہلا سوال یہ ہے کہ ایک بار دیکھا ہے۔ دوسری بار کی ہوس ہے۔ اس کی خبر لا کہ وہ کون ہے اور کہاں ہے اور اس نے ایسا کیا دیکھا ہے کہ دوبارہ جس کے دیکھنے کی آرزو رکھتا ہے؟ پہلے اس سوال کو پورا کر، پھر دوسرے سوال کی فکر کیجیو۔"

حاتم نے یہ سن کر منیر شامی کو اس کے سپرد کیا اور کہا: "یہ میرا بھائی ہے۔ جب تک میں نہ آؤں اس کو اپنی بندگی میں رکھنا اور خاطر داری کیا کرنا۔" یہ کہہ کر حاتم وہاں سے رخصت ہوا اور منیر شامی کو مہمان سرا میں چھوڑ کر کسی طرف چلا گیا۔

ایک بار دیکھا ہے دوسری بار کی ہوس ہے

حاتم اللہ پر بھروسا کیے چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک بھیڑیا ایک ہرنی کو پکڑنے ہی والا ہے۔ حاتم نے بھیڑیے کو للکارا:

"اے نابکار! خبردار، یہ غریب بچے والی ہے۔"

بھیڑیا یہ سن کر ڈرا اور بولا: "شاید تم حاتم ہو جو ایسے وقت میں اس کے آڑے آگئے۔"

حاتم بولا: "تو نے یہ کیسے جانا؟"

بھیڑیا بولا: "میں نے تیری ہمت اور شفقت سے پہچانا، مگر تو نے میرا شکار کیوں چھڑوا دیا۔ گوشت تو میری خوراک ہے۔"

حاتم نے کہا: "بہتر ہے میرے بدن کا گوشت کاٹ کر کھالے اور چلا جا۔" یہ کہہ کر حاتم نے خنجر نکالا او اپنے جسم کا ایک لوتھڑا کاٹ کر اس کے آگے ڈال دیا۔ اس نے سیر ہو کر کھایا اور کہنے لگا:

"اے حاتم، ایسی کیا مصیبت پڑی کہ تو نے یمن کو چھوڑا؟"

اس پر حاتم نے اسے منیر شامی اور حسن بانو کا قصہ سنایا اور کہنے لگا کہ ہر چند کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کون سی جگہ ہے اور وہ کون ہے اور اس نے کیا دیکھا ہے جس کے دیکھنے کی اسے آرزو ہے۔ پھر بھی میں اللہ کے بھروسے پر چل پڑا ہوں۔ یہ سن بھیڑیا بولا کہ میں اس جگہ کو جانتا ہوں۔ بزرگ سے سنا ہے کہ اس کا نام "دشت ہویدا" ہے۔

حاتم نے پوچھا: "وہ کہاں ہے؟"

بھیڑیا بولا: "تھوڑی دور جا کر دو راستے ملیں گے۔ داہنے راستے پر ہو لینا۔ یقین ہے کہ وہاں پہنچ جاؤ گے۔"

یہ کہہ کر بھیڑیا رخصت ہوا اور ہرنی حاتم کو دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔ حاتم دو

...ے اور سر آدمی کا...
اس پر مادہ بولی: "کہ کون اس...
گیدڑ بولا: "اگر تو سات روز تک...
کا سر کاٹ لاؤں۔ چناں چہ گیدڑ روانہ...
دیکھا کہ وہ جانور ایک درخت کے نیچے سو...
اس زور سے کھینچا کہ بدن سے جدا ہو گیا۔ ا...
پری رو کا سر توڑا اور مغز لا کر حاتم کے زخم پر لگ...
کھڑا ہوا اور بولا کہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے تو...
کہ اس جنگل کے قریب بجو رہتے ہیں اور ہمارے...
ہمارے سر سے یہ بلا ٹال دے تو بڑا احسان ہو۔ حاتم...
دو۔ چناں چہ گیدڑ حاتم کو لے کر چلا اور دور سے اس جگ...
چھپ گیا۔ حاتم آگے گیا اور اس جگہ کو خالی پا کر بیٹھ گیا۔ ا...
حاتم کو دیکھ کر وہ کہنے لگے:
"اے شخص یہ تیری جگہ نہیں۔ فوراً چلا جا نہیں تو نکا...
حاتم نے کہا: "اے حیوانو، یہ کیا ناانصاف...
ہو۔"
یہ سن کر وہ اور بھی غصہ دکھانے لگ...
حاتم نے کہا: "تم...
تم گیدڑ کے بچوں...
وہ...

...خ لو اس جگہ حاتم کا
...م کے حالات دریافت کیے تو گیدڑ نے
...ستان سنائی۔
...نر مادہ بولی: "یہ تو اتنا زخمی ہے، بھلا اتنی دور کیسے جاسکے
اگر پری رو کا بھیجا اس کے زخم پر لگے تو یہ فوراً اچھا ہو جائے

"الٰہی، ان حیوانوں کا درد دور کر۔"

یہ دعا اس کی قبول ہوئی اور دونوں کا درد جاتا رہا۔ وہ رو رو کر کہنے لگے کہ اب ہم کو رزق کیوں کر ملے گا۔ حاتم نے کہا کہ پریشان نہ ہو۔ اللہ رازق ہے۔ اتنے میں وہ گیدڑ سامنے آکر بولا:

"آپ خاطر جمع رکھیں۔ آج سے ان کا کھانا پینا ہمارے ذمے ہوا۔"

یہ سن کر حاتم رخصت ہونے لگا۔ اتنے میں گیدڑ کی مادہ نے اپنے نر سے کہا۔ "یہ بات مروت کے خلاف ہے کہ حاتم تنہا دشت ہویدا کو جائے اور تو اس کا ساتھ نہ دے۔"

حاتم نے کہا: "اے حیوان، میں تیرے ایک احسان سے گردن نہیں اٹھا سکتا، اب دوسرا بوجھ کیوں کر لوں۔ اگر تو ساتھ دینا ہی چاہتا ہے تو اتنا کر کہ مجھے راہ راست بتلا دے۔"

تب گیدڑ نے حاتم سے کہا:"جو راستہ نزدیک کا ہے اس میں بہت سی آفتیں ہیں۔ دوسری راہ دور دراز ہے، مگر اس میں اس قدر خطرہ نہیں"۔ حاتم نے کہا کہ خدا مشکلیں مجھ پر آسان کر دے گا۔ تب گیدڑ نے کہا کہ جو راہ آگے آتی ہے وہی نزدیک ہے۔ چنانچہ حاتم اس سے رخصت ہو کر آگے چلا۔

ایک مدت کے بعد ایک چوراہا دکھائی دیا۔ یہ وہاں سوچنے لگا کہ اب کدھر جاؤں۔ اس جنگل میں خرس (ریچھ) بادشاہت کرتا تھا۔ تمام ریچھ ہی ریچھ رہتے تھے۔ اتفاقاً سو دو سو ریچھ اس جگہ سیر کرنے آگئے۔ حاتم کو جو دیکھا تو پکڑ کر اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ وہ دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور بولا:

"آؤ ہمارے پاس بیٹھو! اور اپنا احوال کہو کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور ہمیں یوں لگتا ہے کہ شاید تم یمن کے بادشاہ حاتم ہو۔"

حاتم نے کہا: "یہ تم سچ کہتے ہو۔ میں حاتم بن طے ہوں۔"

اس نے کہا: "تمہارے آنے سے بہت خوش ہوں۔ اب اپنی بیٹی سے بیاہوں گا، کیوں کہ اس جنگل میں میری دامادی کے لائق کوئی نہیں۔"

یہ سن کر حاتم سوچ میں پڑ گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ تو جواب کیوں نہیں دیتا۔ حاتم نے کہا: "میں انسان اور تو حیوان، میرا تیرا رشتہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اے حاتم! میری لڑکی تیری ہی ذات سے ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے دو چار خرسوں سے کہا کہ لڑکی کو عروسی کپڑے پہنا کر حجرے میں بٹھاؤ۔ پھر حاتم کو بھی وہاں لے گئے۔ اس نے جو اس پری پیکر کو دیکھا تو متعجب ہو کر بادشاہ کے پاس آیا اور بولا:

"اے خرس تو بادشاہ ہے اور میں فقیر! اگر میں شاہ زادی کو اپنی بیوی بناؤں تو یہ ترک ادب ہوگا۔"

اس نے کہا حیل و حجت چھوڑو۔ تم بھی یمن کے شاہ زادے ہو۔ حاتم بڑا متفکر ہوا کہ کس بلا میں پڑا۔ میں اپنے شہر سے ایک کام کے واسطے نکلا ہوں۔ اگر یہاں بیاہ کر کے رنگ رلیاں مناؤں تو وہاں منیر شامی انتظار کرتے کرتے مر جائے گا۔

بادشاہ خرس نے جو حاتم کو سر بہ زانو دیکھا تو کہا: "اے جوان خوش رو، اگر قبول نہ کرے گا تو قیامت تک قید میں رہے گا۔"

جب حاتم خاموش ہی رہا تو خرس نے غضب ناک ہو کر اسے ایک غار میں ڈلوا دیا اور غار کے منہ پر ایک پتھر رکھوا دیا۔ سات دن کے بعد خرس کے بادشاہ نے اسے نکلوایا اور پاس بٹھلا کر سمجھایا کہ اے حاتم، میری لڑکی کو قبول کر۔ وہ پھر سر جھکائے بیٹھا رہا۔ تب اس نے ایک خوان میوے کا منگوا کر حاتم کے سامنے رکھا۔ بھوکا تو تھا ہی بے اختیار کھانے لگا۔ جب کھا چکا تو بادشاہ خرس نے کہا:

"اے جوان اس پری پیکر کو اپنے نکاح میں لا۔"

حاتم نے کہا: "یہ مجھ سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔ انسان کو حیوان سے کیا نسبت۔" چناں چہ خرس نے پھر ریچھوں سے کہا کہ حاتم کو پھر اسی غار میں ڈال دو۔ لہٰذا حاتم کو پھر غار میں ڈال دیا گیا۔ وہ کئی دن تک کچھ کھائے پیے بغیر قید رہا۔ ایک رات خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک پیر مرد سرہانے کھڑا کہتا ہے کہ حاتم کیوں اپنی جان گنواتا ہے۔ جب تک اس لڑکی کو قبول نہ کرے گا اس قید سے نہ چھوٹے گا۔



حاتم نے کہا: "اے بزرگ اگر میں نکاح کروں تب وہ کب مجھے یہاں سے جانے دے گا۔"

بزرگ نے کہا: "اس کی بیٹی کو راضی کر لے وہ تجھے رخصت دلوا دے گی۔"

یہ خواب دیکھ کر حاتم چونک پڑا۔ اتنے میں پھر بادشاہ خرس نے اس کو بلوایا اور کہا کہ تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ میری لڑکی کو قبول کر۔ حاتم نے مجبوراً یہ بات مان لی، مگر یہ شرط رکھی کہ کوئی ریچھ میرے گھر میں نہ آئے۔ بادشاہ نے یہ شرط قبول کر لی۔ حاصل کلام حاتم کو اس لڑکی سے بیاہ دیا گیا۔

جب تین مہینے گزر گئے تب ایک دن حاتم نے اپنی اہلیہ سے کہا: "اے جان من، میں ایک کام کے واسطے گھر سے نکلا تھا۔ تیرے باپ نے زبردستی میرا بیاہ تیرے ساتھ کر دیا۔ اگر چند روز کے لیے اپنے باپ سے رخصت دلوا دے تو بڑی مہربانی ہوگی۔"

وہ یہ سن کر اپنے باپ کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ بابا جان، وہ اس طرح کہتے

ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر تو راضی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ چناں چہ حاتم کو رخصت کیا گیا۔ چلتے وقت اس لڑکی نے ایک مہرہ حاتم کی پگڑی میں باندھ دیا اور کہا کہ یہ اکثر تیرے کام آئے گا۔ غرض وہ رخصت ہو کر آگے چلا۔ چند روز بعد وہ ایک ایسے ریگستان میں جا پڑا جہاں نہ دانہ تھا نہ پانی، مگر شام کو ایک مرد پیر برقعہ منھ پر ڈالے دو روٹیاں ایک آب خورہ پانی کا دے جاتا۔ وہ اسے کھا پی لیتا اور رات دن منزلیں طے کیا کرتا۔

ایک دن ایک اژدہا مانند پہاڑ کے نظر آیا۔ یہ اس کو دیکھ کر گھبرایا، لیکن آگے بڑھتا رہا۔ جوں ہی اس کے پاس پہنچا وہیں اژدہے نے دم کھینچا، حاتم نے اپنے آپ کو بہت سنبھالا، مگر سنبھل نہ سکا اور سیدھا اس کے منھ میں چلا گیا۔ حاتم نے جب خود کو اس کے پیٹ میں پایا تو حضرت ایوب کی مصیبتیں یاد کرنے لگا اور سوچنے لگا کہ اللہ میری بھی مشکل آسان کر دے گا۔ غرض تین دن تک وہ اس کے پیٹ میں پھرا کیا اور ادھر ادھر راستہ ڈھونڈا کیا۔ راہ تو کہیں نہ پائی، مگر گندگی سے لتھڑ گیا۔ سانپ کے زہر کا اثر اس لیے نہ ہوا کہ اس کی پگڑی میں وہ مہرہ بندھا ہوا تھا جو اس کی بیوی نے دیا تھا۔ یہ مہرہ جس کے پاس رہے نہ وہ آگ میں جلے، نہ پانی میں ڈوبے، نہ زہر اس پر اثر کرے۔ تین روز کے بعد وہ اژدہا گھبرایا اور سوچنے لگا کہ یہ بلا میں نے کیا کھائی جو ہضم نہیں ہوئی، اور پیٹ میں دوڑتی پھرتی ہے۔ حاتم اس کے پیٹ میں چاروں طرف دوڑتا پھرتا تھا اور اس کی انتڑیوں کو پاؤں سے روندتا رہتا تھا۔ آخر کار اژدہے نے قے کر دی۔ حاتم باہر نکل پڑا اور ریت پر کھڑے ہو کر کپڑے سکھانے لگا۔ پھر آگے بڑھا۔

تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک تالاب نظر پڑا۔ اس کے کنارے پر جا بیٹھا اور کپڑے دھونے لگا۔ اتنے میں ایک مچھلی پانی سے نکلی۔ نیچے کا دھڑ اس کا مچھلی کا تھا اور سر سے ناف تک آدمی کا۔ وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے تھا کہ مچھلی اس کا ہاتھ پکڑ کر تالاب میں لے گئی اور اپنے مکان میں ایک صاف ستھرے بچھونے پر بٹھلایا۔ پھر سر تا پا ایک نازنین بن کر حاتم سے محبت کی باتیں کرنے لگی۔

حاتم نے کہا: "میں ایک کام کے واسطے گھر چھوڑ کر یہاں تک آیا ہوں۔ میں یہاں تمہارے ساتھ صرف اس شرط پر رہنے کو تیار ہوں کہ تم مجھے تین دن بعد وہاں پہنچا دو گی جہاں سے لائی ہو۔"

اس نے یہ بات مان لی۔ چناں چہ حاتم تین روز تک وہاں رہا۔ اس کے بعد حاتم نے کہا کہ اب تو بھی اپنا وعدہ پورا کر۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پانی میں غوطہ مارا اور کنارے پر پہنچا دیا۔ پھر کہنے لگی: "اے جوان رعنا، تو مجھ سے جدا کیوں ہوتا ہے؟"

حاتم نے کہا: "مجھے ایسا ہی ضروری کام ہے ورنہ میں تجھ سے جدا نہ ہوتا۔"

یہ سن کر وہ چلی گئی۔ حاتم نے کپڑے دھو کر سکھائے اور راستہ پکڑا۔ بعد ایک مدت کے ایک ایسے پہاڑ پر پہنچا کہ جس پر ہزاروں درخت طرح طرح کے میووں سے لدے کوسوں تک لہلہاتے تھے اور سینکڑوں عالی شان مکان تھے۔ یہ تھکا ماندہ تو تھا ہی وہاں جاتے ہی سو رہا اتنے میں مکان کا مالک آپہنچا۔ اس نے دیکھا کہ ایک خوب صورت جوان غافل سوتا ہے۔ نزدیک آکر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر کے بعد حاتم بیدار ہوا تو ایک شخص پاس بیٹھا نظر آیا۔ حاتم نے اٹھ کر سلام کیا۔

اس شخص نے پوچھا: "تو کون ہے اور کہاں جائے گا؟"

حاتم نے کہا میں دشت ہویدا کو جاؤں گا۔"

اس نے کہا: "کیوں جان گنواتا ہے۔ حاتم نے اسے منیر شامی کا سارا قصہ سنایا اور کہا کہ یہ ساری مصیبت میں نے اسی کی خاطر مول لی ہے۔"

یہ سن کر اس شخص نے کہا: "معلوم ہوا کہ تو حاتم بن طے ہے، کیوں کہ اس کے سوا کون ہے جو غیر کے واسطے آپ آفت میں پڑے۔ خیر، اللہ رحیم و کریم ہے، لیکن آج تک کوئی دشت ہویدا سے واپس نہیں آیا اور اگر آیا ہے تو آپے میں نہیں رہا۔ میری یہ نصیحت یاد رکھ کہ جس وقت تو اس دشت کے قریب پہنچے گا تو تجھے ظلمات میں لے جائیں گے تو چپکا چلا جانا اور جو پری پیکر تیری خواہش کرے تو



اس کی طرف ہرگز توجہ نہ کرنا۔ پھر ایک ایسی نازنین آئے گی جسے دیکھتے ہی تیرا دل ہاتھ سے جاتا رہے گا، مگر خدا کے واسطے استقلال نہ چھوڑنا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ جوں ہی تیرا ہاتھ پکڑے گی تو دشت ہویدا میں جا پہنچے گا۔"

یہ لوگ اس گفت گو میں تھے کہ ایک نوجوان دو پیالے کھیر کے اور دو کوزے پانی کے لیے غیب سے پیدا ہوا اور ان کے آگے رکھ دیے۔ دونوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور سجدہ شکر ادا کر کے وہ رات کاٹی۔ صبح کو حاتم اس سے رخصت ہو کر جنگل کی طرف راہی ہوا۔

کچھ دنوں کے بعد ایک تالاب پر پہنچا اور اس کے کنارے بیٹھ کر پانی پینے لگا۔ اتنے میں ایک حسین عورت پانی سے نکلی اور حاتم کا ہاتھ پکڑ کر پھر اسی تالاب میں غوطہ مار کر چلی گئی۔ جوں ہی حاتم کا پاؤں زمین پر پہنچا، آنکھ کھول کر جو دیکھا تو اپنے آپ کو اس نازنین کے باغ میں پایا۔ حاتم ہکا بکا رہ گیا اور وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر کسی طرف چلی گئی۔ حاتم سیر کرتا ہوا ادھر ادھر کا تماشا دیکھتا پھرتا تھا کہ ایک طرف سے ہزاروں پری پیکر غول باندھے گلے میں باہیں ڈالے آگئیں اور حاتم کو زبردستی

کھینچنے لگیں۔

حاتم نے کسی کو سر اٹھا کر نہ دیکھا، کیوں کہ اسے اس مرد کی نصیحت یاد تھی۔ وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے استقلال کا پاؤں ڈگمگا جائے۔ خبردار رہ کہ ظلمات یہی ہے۔ آخر کار وہ اسے ایک ایسے مکان میں لے گئیں جو لعل و یاقوت سے بنا ہوا تھا۔ لاکھوں تصویریں اس میں لگی ہوئی تھیں اور ایک تخت مرصع ایک دالان میں بچھا ہوا تھا۔ جب وہ اس تخت کے پاس پہنچا تب وہ سب کی سب پریاں بہ طور تصویر کے نقش بہ دیوار ہوگئیں اور ہزاروں پریاں اس محل کی دیوار سے نکلیں۔ وہ حیرت سے دیکھتا تھا اور دل میں کہتا تھا کہ الٰہی یہ کیا حکمت ہے۔ یہ کہاں سے آئیں اور وہ کیوں کر نقش دیوار ہوگئیں۔ غرض اس تخت کے پاس تو کھڑا ہی تھا۔ اپنے دل میں کہنے لگا کہ جب تو یہاں تک پہنچا ہے تو پھر اس تخت پر بھی بیٹھ۔

یہ سوچ کر جوں ہی اس نے تخت پر پاؤں رکھا اس میں سے تڑاق کی ایک آواز آئی۔ وہ سوچنے لگا کہ شاید اس کا پایہ ٹوٹ گیا۔ نیچے جھانکنے لگا تو تخت جوں کا توں پایا۔ پھر اس پر بیٹھ گیا۔ بیٹھنا تھا کہ پھر وہی آواز آئی اور اسی کے ساتھ وہ نازنین جو سب سے زیادہ خوب صورت تھی وہ نقش دیوار کی شکل کو چھوڑ کر حاتم کے پاس ناز و ادا سے چلی آئی۔ حاتم اس کو دیکھ کر حیران ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ الٰہی یہ تو ابھی بہ طور تصویر کے تھی۔ پھر کیوں کر اس طرح منھ پر نقاب ڈالے تخت کے آگے آ کھڑی ہوئی ہے؟ بے قرار ہو کر چاہتا تھا کہ اس کا گھونگھٹ کھولے کہ نصیحت اس مرد کی یاد آگئی۔ فوراً سنبھل گیا اور جی میں کہنے لگا کہ اگر اس کا ہاتھ پکڑوں گا تو قیامت سے پہلے اس ظلمات سے باہر نہ جاؤں گا۔ لہٰذا تماشا دیکھنا چاہیے کہ یہ خود میرا ہاتھ پکڑتی ہے اور میں اس ظلمات سے باہر جاتا ہوں یا نہیں۔

غرض وہ اسی آرزو میں تین رات تین دن اس مرصع تخت پر بیٹھا رہا۔ جب رات ہوتی تھی تو ہر مکان میں کافور کی شمعیں خود بہ خود روشن ہو جاتی تھیں اور ہر سمت سے گانے بجانے کی آوازیں چلی آتی تھیں۔ جو صورتیں نقش دیوار تھیں وہ



مجسم ہو ہو کر ناچتی تھیں، مسکراتی تھیں۔ حاتم کے سامنے طرح طرح کے میوے بھی رکھے تھے۔ ہر چند وہ کھاتا تھا، مگر پیٹ نہ بھرتا تھا حیران ہو کر کہتا تھا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ اس طرح سے تین روز گزر گئے۔ چوتھے روز اس کے جی میں آیا کہ اگر تمام عمر بھی یہاں رہوں گا تو اس میوے سے سیری نہ ہوگی اور پھر منیر شامی کو جو منتظر چھوڑ کر آیا ہوں، اگر اس کو کچھ ہوگیا تو اللہ کو کیا جواب دوں گا۔ یہ سوچ کر اس نازنین کا ہاتھ پکڑا۔ وہیں ایک اور نازنین اس تخت کے نیچے سے نکلی اور ایک لات اس نے ایسی ماری کہ حاتم کہیں کا کہیں جاپڑا اور وہاں سر اٹھا کر جو دیکھا تو نہ وہ نازنین نظر پڑی نہ وہ تخت اور نہ وہ باغ دکھائی دیا، مگر ایک جنگل ایسا لق و دق کہ جس کا اور نہ چھور۔ تب اسے معلوم ہوا کہ دشت ہویدا یہی ہے۔ لہٰذا وہ شخص بھی یہیں ہوگا کہ جو کہتا ہے کہ "ایک بار دیکھا ہے دوسری بار کی ہوس ہے۔" پس اب اسے ڈھونڈیے۔

اسی خیال میں ادھر ادھر پھرتا تھا کہ اتنے میں آواز آئی:

"ایک بار دیکھا ہے دوسری بار کی ہوس ہے۔"

اسی صورت سے دن کے وقت تین مرتبہ وہ آواز سات روز تک متواتر آیا کی‘ مگر جب آٹھویں روز شام کے وقت وہ صدا اس کے کانوں میں پڑی تب یہ اس طرف دوڑا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک سفید داڑھی والا فقیر زمین پر بیٹھا ہے۔ یہ اس کے آگے گیا اور سلام کیا۔ اس نے جواب دے کر کہا:

”اے جوان خوش رو‘ کہاں سے آیا ہے تو اور اس جنگل میں کیا کام ہے؟“

حاتم نے کہا: ”میں اسی بات کی تلاش میں اپنے شہر سے نکلا ہوں کہ تم نے ایسا کیا دیکھا ہے کہ جس کے دیکھنے کی دوبارہ آرزو رکھتے ہو؟“

اس نے کہا: ”بیٹھو‘ میں بتاؤں گا۔“ حاتم بیٹھ گیا۔ جب رات ہوئی تو دو روٹیاں اور دو آب خورے پانی کے ان کے آگے آ رہے۔ دونوں نے روٹیاں کھائیں۔ پانی پیا۔ جب کھا پی چکے تو اس نے کہا کہ اے شہر غریب کے مسافر‘ میں ایک دن سیر کرتا ہوا ایک تالاب پر جانکلا۔ اس کے کنارے پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا۔ اتنے میں ایک خوب صورت عورت اس تالاب سے نکلی اور میرا ہاتھ پکڑ اس میں لے گئی۔ تہ پر جاکر آنکھ کھول کر دیکھا تو عجیب و غریب باغ نظر پڑا۔ بہت سی خوب صورت عورتیں ہر طرف سے نکلیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک مرصع تخت کے پاس لے گئیں۔ میں اس پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا کہ ایک نازنین منہ پر نقاب ڈالے اس تخت کے پاس آکر کھڑی ہوگئی۔ اسے دیکھتے ہی میں غش کھا گیا اور دل میرا ہاتھ سے جاتا رہا۔ بے قرار ہو کر جو برقع اٹھا کے اس کا مکھڑا دیکھا تو عجب حسن خدا داد دکھائی دیا۔ میں نے جوں ہی ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنی طرف کھینچا ایک اور حسین عورت تخت کے نیچے سے نکلی اور ایک لات ایسی ماری کہ میں اس جنگل ویران میں آپڑا۔ اسی دن سے اب سوائے رونے دھونے کے کچھ کام نہیں۔ چاہتا ہوں کہ اسے بھلا دوں‘ مگر یہ نہیں کرپاتا۔ یہ کہہ کر اس نے ایک نعرہ مارا اور بگولے کی طرح جنگل میں دوڑنے لگا اور یہی کہنے لگا کہ

”ایک بار دیکھا ہے‘ دوسری دفعہ دیکھنے کی ہوس ہے۔“

حاتم نے کہا: ”تو میرے ساتھ آ۔ وہ جلسہ میں تجھ کو دکھاؤں گا۔“ چناں چہ وہ



حاتم کے ساتھ ہو لیا۔ چند روز کے بعد دونوں ایک درخت کے نیچے پہنچے جو اس تالاب کے قریب تھا۔ حاتم نے کہا ”اگر اس نازنین کو ہمیشہ دیکھنا چاہتا ہے تو کبھی اس کا ہاتھ نہ پکڑنا اور برقع ہرگز نہ الٹنا۔ وہ تمام عمر تیرے آگے ہاتھ باندھے کھڑی رہے گی اور اگر اس کا ہاتھ پکڑے گا تو پھر اسی جنگل میں چلا جائے گا۔ میں جو اس جگہ آیا ہوں تو ایک بزرگ کی دست گیری سے ورنہ میں اس جگہ آتا؟ بس اب تو جا۔ آگے وہی تالاب ہے۔“ یہ سنتے ہی وہ عاشق زار تالاب پر پہنچا کہ اتنے میں ایک عورت اس پانی سے نکلی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر اس میں لے گئی۔

حاتم شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ ایک مدت کے بعد مصیبتیں اٹھاتا اس فقیر کے پاس آیا اور اس سے مل کر وہاں سے بھی روانہ ہوا۔ پھر اس مچھلی کے گھر پہنچا اور ایک مہینے تک وہاں رہا۔ پھر وہاں سے ریچھوں کے جنگل میں گیا اور ریچھ کی لڑکی سے ملاقات کی۔ دو مہینے اس کے پاس بھی رہا۔ پھر اس سے جدا ہو کر دونوں گیدڑوں کے پاس آیا۔ ان کو دیکھ کر چند روز میں شاہ آباد جاپہنچا۔

حسن بانو کے آدمی ہاتھوں ہاتھ اس کو حویلی تک لے گئے۔ حسن بانو نے سنتے

ہی اسے بلوا لیا اور پردے کے پاس بٹھلا کر پوچھا: ”کیا خبر لائے؟“

حاتم نے کہا: ”ایک بوڑھا مرد ظلمات میں ایک عورت پر عاشق ہو کر جنگل میں آ پڑا تھا اور پکارتا تھا کہ ایک بار دیکھا دوسری مرتبہ دیکھنے کی ہوس ہے۔ پھر میں نے اس کو اس کی محبوبہ کے پاس پہنچا دیا۔ اب وہ آواز اس جنگل سے نہیں آتی۔“

اس احوال کو سن کر حسن بانو اور اس کی دائی نے حاتم کی ہمت اور محنت کی تعریف کی۔

پھر حاتم نے کہا: ”اب دوسری شرط بیان کر کہ میں اس کی بھی کوشش کروں۔“

اس نے مہربانی سے کہا: ”اے حاتم تو بہت دکھ سہہ کر آیا ہے۔ ذرا دم لے۔ چند روز آرام کر۔“

حاتم نے کہا: ”آرام تو مجھے اس روز ہو گا جس روز اللہ کے فضل سے تیرے ساتوں سوال پورے کر دوں گا۔“

یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور سرائے میں جا کر منیر شامی کے پاس رہا۔ تمام ماجرا اس کے سامنے ظاہر کیا۔ پھر نویں دن حسن بانو سے کہا کہ تیرا دوسرا سوال کیا ہے؟ خدا کا واسطہ جلد کہہ!

نیکی کر دریا میں ڈال ۱

حسن بانو نے کہا کہ دوسرا سوال یہ ہے: ”ایک شخص نے اپنے دروازے پر لکھ کر لگایا ہے کہ ”نیکی کر دریا میں ڈال۔“ اس کی خبر لا کہ یہ کیا بھید ہے؟“

حاتم نے پوچھا: ”کدھر رہتا ہے؟“

حسن بانو نے کہا: ”میں نے اپنی دائی سے سنا ہے کہ وہ شمال کی طرف رہتا ہے۔“

اتنا سن کر حاتم چل نکلا۔ ایک مدت کے بعد وہ ایک ہیبت ناک جنگل میں جا پہنچا۔ ابھی وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہی تھا کہ ایک درد ناک آواز سنائی دی۔ حاتم کا دل لرز گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ بات جواں مردی کے خلاف ہے کہ کوئی آفت میں مبتلا ہو اور اس کی مدد نہ کی جائے۔ چناں چہ وہ اس آواز کی سمت چل پڑا۔ کچھ دور جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوب صورت نوجوان زمین پر بیٹھا رو رہا ہے۔

حاتم نے کہا: ”اے نوجوان! تجھ پر کیا مصیبت نازل ہوئی جو اتنا پریشان ہے؟“

اس نوجوان نے کہا: ”اے مسافر میں سوداگر ہوں۔ یہاں سے بارہ کوس پر ایک شہر ہے۔ وہاں حارس نام کا ایک مال دار سوداگر ہے۔ اس کی بیٹی بہت خوب صورت ہے۔ ایک دن اتفاق سے میں اس کی حویلی کے نیچے دھوپ کے مارے بیٹھ گیا۔ ناگہاں میری نظر اوپر جو گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پری پیکر بالا خانے پر کھڑی ہے۔ بس اسے دیکھتے ہی میرے اوسان خطا ہو گئے۔ میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ حارس سوداگر کی بیٹی ہے اور اس نے یہ طے کر رکھا ہے کہ جو شخص میرے تین سوال پورے کرے گا اسی کے ساتھ شادی کروں گی۔ چناں چہ میں اس کی ڈیوڑھی پر گیا۔ مجھے اندر بلوا لیا گیا۔ پھر اس مہ جبین نے اندر سے کہلوایا کہ اگر تو اپنے عہد و پیماں پر قائم رہے تو اپنے سوالوں سے تجھے آگاہ کروں۔ میں نے دل و جان سے وعدہ کر لیا تو اس نے کہا کہ:

"پہلا سوال یہ ہے کہ اس شہر کے قریب ایک غار ہے۔ معلوم نہیں اس کی انتہا کہاں تک ہے۔"

"دوسرا سوال یہ ہے کہ جمعہ کی رات کو جنگل سے ایک آواز آتی ہے، 'میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی شب میرے کام آتا۔"

"تیسرا سوال یہ ہے کہ وہ مہرہ جو سانپ کی پیٹھ پر ہے اس کو لے آ۔"

یہ سن کر میں گھبرا گیا اور وہاں سے نکلنا چاہا، مگر اس نے میرا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور مجھے اس شہر سے نکلوا دیا۔ میں مجبوراً اس جنگل میں آپڑا۔ سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔

حاتم نے کہا: "تو اطمینان رکھ۔ مجھے اس شہر میں لے چل۔" چناں چہ حاتم اس نوجوان کو لے کر شہر میں آیا تو سوداگر کو سرائے میں بٹھا کر خود حارس کی بیٹی کے دروازے پر گیا اور کہنے لگا کہ میں بیاہ کرنے آیا ہوں۔ اس نے پردہ ڈال کر حاتم کو بلوا لیا۔

عہد و پیمان کے بعد حاتم نے کہا کہ اگر تو اس پر راضی ہے کہ جس روز میں



کام کر چکوں اس روز سے میں تیرا مختار ہوں۔ جس کو چاہوں دے ڈالوں۔"

اس نے کہا "بہتر ہے۔"

حاتم نے کہا کہ اپنے والد کو بھی بلوا لو۔ چناں چہ حارس بھی آگیا اور وہ اس پر راضی ہوگیا۔ پھر حاتم نے سوال پوچھا۔

لڑکی نے کہا: "اس شہر کے نزدیک ایک غار ہے۔ یہ خبر لاؤ کہ وہ کتنا گہرا اور کتنا لمبا ہے اور اس میں کیا ہے؟"

یہ سن کر حاتم چل پڑا۔ کچھ لوگ بھی ساتھ چلے اور غار دکھلا کر چلے گئے۔ حاتم اس غار میں کود پڑا اور ایک دن اور ایک رات چلتا چلا گیا۔ پھر روشنی دکھائی دی۔ حاتم سمجھا کہ غار ختم ہوا، لہٰذا اب لوٹنا چاہیے۔ مگر مزید تحقیق کے لیے اور آگے بڑھا۔ کچھ دور جا کر ایک میدان دکھائی دیا اور ایک تالاب بھی ملا۔ حاتم کے پاس کچھ بادام تھے۔ لہٰذا دو تین بادام کھا لیتا اور رات دن چلا جاتا۔ آخر ایک نہایت اونچی دیوار دکھائی دی۔ یہ آگے بڑھا تو ایک دروازہ نظر آیا۔ یہ اندر گھس گیا۔ وہاں ایک بستی نظر آئی۔ جب اور آگے بڑھا تو ہزاروں دیو اسے کھا جانے کے لیے دوڑ پڑے، مگر ایک دیو بولا کہ یارو! اس کو کھاؤ گے تو بادشاہ تم سب کو مروا ڈالے گا۔ بہتر یہی ہے کہ اسے چھوڑ دو۔ یہ سن کر دیو ڈر گئے اور حاتم کو چھوڑ کر چلے گئے۔

حاتم آگے بڑھا تو اسے ایک گاؤں ملا۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ بہت سے دیووں نے آکر گھیر لیا۔ وہ اسے کھا جانا چاہتے تھے کہ ایک دیو پھر بول اٹھا کہ اس کو نہ کھاؤ بلکہ بادشاہ کے پاس لے چلو۔ اس کی بیٹی بیمار ہے، شاید اس کے ہاتھ سے اچھی ہو جائے۔ انھوں نے کہا کہ ہم تو سیکڑوں آدمیوں کو لے گئے اور ہر بار شرمندہ ہوئے، مگر خیر اب تو یہ بادشاہ کے ملک میں آہی گیا ہے، کوئی نہ کوئی اسے بادشاہ تک پہنچا ہی دے گا۔ یہ کہہ کر دیو چلے گئے۔

حاتم اور آگے بڑھا۔ ایک اور گاؤں ملا۔ وہاں کے دیو اسے پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے۔



سردار کی بیوی کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ لہٰذا وہ غم سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ حاتم کو دیکھتے ہی وہ ناراض ہو کر بولا:

"اسے کیوں لے آئے؟ دور ہو میرے سامنے سے۔"

حاتم نے پوچھا: "اے دیو' تجھے کیا غم ہے؟ اس نے کہا "بھائی' میری بیوی کی آنکھیں دکھتی ہیں۔"

حاتم نے کہا: "اے دیو میں تیری بیوی کی آنکھیں اچھی کر دوں گا مگر ایک شرط ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب تیری بیوی اچھی ہو جائے تو مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے چل اور میری تعریف کر۔ تاکہ میں اس کو دوا دوں اور اچھا کروں۔"

اس دیو نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم کھا کر وعدہ کر لیا اور حاتم کو اپنے گھر لے جا کر اپنی بیوی کے پاس بٹھا دیا۔ حاتم نے اپنی پگڑی سے مہرہ نکالا اور پانی میں رگڑ کر دیو کی بیوی کی آنکھوں میں لگایا۔ اس نے ،ہیں شفا پائی۔ درد جاتا رہا۔ حاتم نے دو تین بار اسی طرح پانی لگایا۔ آنکھیں کٹورا سی کھل گئیں اور پانی بند

ہوگیا۔ دیووں کا سردار بہت خوش ہوا اور حاتم کو لے کر اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا اور حاتم کی خوب تعریفیں کیں۔ دیووں کے بادشاہ کا نام تھا فروقاش۔

اس نے کہا: "اے مسافر! میرے پیٹ میں درد رہتا ہے۔ کوئی میرا علاج نہ کر سکا۔ اگر تیرے ہاتھ سے شفا پاؤں تو ہمیشہ تیرا احسان مند رہوں۔" حاتم نے کہا: "جس وقت تم کھانا کھاتے ہو اس وقت تمھارے پاس کتنے لوگ ہوتے ہیں؟" اس نے کہا سب ہی ہوتے ہیں۔ حاتم نے کہا کہ آج میں بھی حاضر رہوں گا۔ اتنے میں دستر خوان بچھایا گیا اور طرح طرح کے کھانے چنے گئے۔ بادشاہ ہاتھ بڑھانا چاہتا تھا کہ حاتم نے کہا اے بادشاہ ذرا ٹھہر جا۔ وہ رک گیا۔ تب حاتم نے ایک قاب سے سر پوش اٹھایا اور سب کو دکھلا کر پھر ڈھانپ دیا۔ ذرا دیر بعد کہا کہ اس کو کھول کر دیکھو۔ اب جو کھولا تو تمام قاب کیڑوں سے بھری تھی۔ بادشاہ حیران رہ گیا۔ حاتم نے کہا کہ یہ سب ان دیووں کی نظر کا سبب ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اکیلے کھانا نوش کریں۔ چناں چہ بادشاہ نے اسی طریقے سے جو کھانا کھایا تو آرام سے رہا۔ درد نہ ہوا۔ دو تین روز میں بالکل اچھا ہوگیا۔ حاتم کو گلے لگا کر کہنے لگا کہ "مانگ کیا مانگتا ہے؟"

حاتم نے کہا: "میں انسان ہوں۔ میرے بہت سے بھائی تیرے یہاں قید ہیں۔ ان کو آزاد کر دے تو بڑا احسان ہوگا۔"

یہ سنتے ہی فروقاش نے سب کو بلوایا اور عمدہ لباس اور راستے کا خرچ دے کر رخصت کیا۔

پھر حاتم سے کہا کہ میری لڑکی ایک مدت سے بیمار ہے۔ کچھ کرو۔ حاتم اٹھ کھڑا ہوا۔ بادشاہ اس کو محل میں لے گیا۔ حاتم نے دیکھا لڑکی بہت دبلی ہو رہی ہے۔ رنگ زرد ہوگیا ہے۔ کہا کہ ذرا شربت بنالاؤ۔ جب شربت آگیا تو حاتم نے اسی مہرے کو اس میں گھس کر اسے پلا دیا۔ کچھ دیر بعد لڑکی کو دست آنے لگے۔ دن بھر یوں ہی گزرا۔ شام کو اس نے قے کی اور بے ہوش ہوگئی۔ تمام رات اسی طرح گزری۔ صبح ہوتے اس کو بھوک لگی خاصہ طلب کر کے کچھ نوش فرمایا۔ غرض

پندرہ دن میں تکلیف بالکل جاتی رہی۔ چہرہ چمکنے لگا۔ حاتم نے جانے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے بہت سے روپے، اشرفیاں اور جواہر کے خوان منگوا کر دیووں سے کہا کہ یہ سب زر و جواہر سروں پر رکھ کر حاتم کے ساتھ جاؤ۔ حاتم رخصت ہوا۔

ایک مہینے کے بعد دیووں نے تمام سامان سمیت اس کو غار پر پہنچا دیا اور خود چلے گئے۔ ادھر حارس کی بیٹی نے غار پر جاسوس بٹھا رکھے تھے۔ وہ ڈر کر بھاگے۔ حاتم نے پکار کر کہا کہ ڈرو نہیں، میں وہی ہوں جو غار کی خبر لینے گیا تھا۔ وہ لوگ حاتم کی آواز پہچان کر واپس آئے۔ پھر حاتم تمام سامان لے کر سرائے میں آیا اور اسی سوداگر کو بخش دیا۔ حارس کی بیٹی کو اس کی خبر ملی تو اس نے حاتم کو بلوایا۔ حاتم نے سارے واقعات اس کو سنا دیے اور کہا کہ ایک شرط میں بجا لایا۔ اب دوسری کہہ۔ اس نے کہا کہ جمعہ کی رات کو ایک آواز آتی ہے کہ "میں نے وہ کام نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا۔"

یہ سن کر حاتم وہاں سے روانہ ہوا۔ چند روز بعد وہ آواز اس کے کان میں پڑی۔ حاتم اس کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا کہ ایک گاؤں نظر آیا۔ وہاں کے لوگ رو رہے تھے۔ پوچھنے پر کہا کہ ساتویں تاریخ، پنج شنبے کے دن ایک بلائے عظیم آتی ہے اور ایک آدمی کو کھا جاتی ہے۔ اس مرتبہ رئیس کے لڑکے کی باری ہے۔ یہ سن کر حاتم رئیس کے پاس گیا اور دلاسا دیتے ہوئے کہا کہ "تیرے بیٹے کی خاطر میں جاؤں گا!"

رئیس بولا، اے جواں مرد، اس بلا کے آنے میں چار دن باقی ہیں۔

حاتم نے اس بلا کی صورت کے بارے میں پوچھا۔ رئیس نے زمین پر اس بلا کی صورت کھینچ دی۔

حاتم بولا: "اس کا نام طلوقہ ہے۔ یہ بلا کسی طرح نہ مر سکے گی۔ ہاں اگر میرا کہا مانو تو اسے تمہارے سر سے ٹالوں۔"

رئیس خوش ہو کر بولا کہ "حکم کرو۔" حاتم ایک شیشہ گر کی دکان پر پہنچا اور کہا کہ چار روز کے اندر ایک ایسا آئینہ بنا دو جو دو سو گز لمبا ہو اور سو گز چوڑا ہو۔ تین

روز میں ویسا ہی آئینہ بن گیا۔ پھر حاتم نے ایک سفید چادر منگوا کر کہا کہ اس کو اس جگہ کھڑا کروا دو جہاں وہ بلا آتی ہے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر حاتم نے ایک سفید چادر منگوا کر آئینے کو ڈھانپ دیا اور کہا:

"اے یارو! اب تم سب اپنے گھر کا راستہ پکڑو۔ جو تماشا دیکھنا چاہتا ہے وہ میرے ساتھ رہے۔"

رئیس کا بیٹا بولا: "میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

غرض جب رات ہوئی تو وہ آواز ان کے کان میں پڑی۔ سب ڈر گئے۔ تھوڑی دیر بعد طلوقہ مانند گنبد اس طرح نمودار ہوا کہ نو ہاتھ، نو پاؤں، نو منہ بدن میں ہیں اور لوٹتا چلا آتا ہے۔ دھواں اور شعلہ اس کے منہ سے نکلتا ہے۔ حاتم نے فوراً اس چادر کو آئینے کے اوپر سے ہٹا دیا۔ اس نے اپنی صورت جو دیکھی تو دم بہ خود ہو کر ایسا نعرہ مارا کہ زمین دہل گئی اور لوگ غش کھا کر گر پڑے۔ آخر بلا نے یہاں تک سانس کھینچا کہ پیٹ پھٹ گیا۔ تب ایک ویسی ہی ہول ناک آواز پھر پیدا ہوئی کہ لوگوں کے رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے۔ لوگ جب ہوش میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ طلوقہ کی جان نکل چکی ہے۔

رئیس اور اس کا بیٹا حاتم کے پیروں پر گر پڑے۔ پھر انھوں نے ہر طرح کا زر و جواہر لا کر حاتم کے آگے رکھا۔ حاتم نے کہا صاحبو میں نے دولت کی خاطر یہ کام نہیں کیا۔ میں برائے اللہ ایک مدت سے ایسے ہی کاموں پر کمربستہ ہوں۔

پھر انھوں نے حاتم کے اس طرف آنے کا سبب پوچھا۔

حاتم نے کہا: "ایک آواز جنگل سے آتی ہے کہ "وہ کام میں نے نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا۔ اس کی تحقیق کرنے یہاں پہنچا۔"

رئیس نے کہا: "صاحب، یہ آواز تو میں ایک مدت سے سنتا ہوں، مگر یہ نہیں معلوم کہ کہاں سے آتی ہے۔"

حاتم اس روز وہیں رہا۔ جب رات ہوئی تو وہی آواز پھر آئی۔ وہ اسے سنتے ہی اس کی طرف روانہ ہوگیا۔ کئی دن بعد ایک ٹیلا نظر آیا اور اس کے پاس پانچ چھے سو

سوار اور پیادے دکھائی دیے۔ پھر جب غور سے دیکھا تو نہ وہ سوار ہیں نہ پیادے، ایک قبرستان ہے۔ حاتم نے دل میں کہا یہ مزار صاحب کمالوں کا ہے اور شاید یہ آواز یہیں سے آتی ہے۔ لہٰذا یہیں بیٹھنا چاہیے۔ اتنے میں رات ہوگئی۔ وہ آواز پھر آئی۔ حاتم یاد اللہ میں مشغول رہا۔ جب خوب رات ہوگئی تب ہر ایک قبر سے ایک ایک شخص بزرگ صورت نکلا۔ صاف ستھرا فرش بچھا کر اور نورانی لباس پہن کر اپنی اپنی مسند پر بیٹھے۔ اتنے میں ایک شخص تباہ حال، گندے کپڑے پہنے، ننگے پاؤں کسی ٹوٹی پھوٹی قبر سے نکلا اور خاک ہی پر بیٹھ گیا۔ وہ مسند نشین قہوے پیا کیے۔ اس کی طرف کسی نے نہ دیکھا! نہ کسی نے قہوے کا پیالہ دیا۔ تب اس نے ایک آہ کھینچ کر بہ آواز بلند کہا:

"آہ وہ کام میں نے نہ کیا جو آج کی رات میرے کام آتا۔"

اتنے میں غیب سے خوان آگئے۔ ہر خوان میں ایک پیالہ کھیر اور ایک ایک کوزہ پانی کا تھا اور ایک خوان علاحدہ تھا۔ انھوں نے کھانا کھاتے ہوئے آپس میں کہا کہ



اے عزیزو، آج ایک مسافر یہاں آیا۔ یہ خوان علاحدہ اسی کا ہے۔ لہٰذا ایک شخص اٹھا اور حاتم کو لا کر مسند پر بٹھایا۔ خوان اس کے آگے رکھا۔ حاتم نے اس شخص کی طرف دیکھا جو سب سے دور بیٹھا نعرے مار رہا تھا۔ ایک خوان اس کے آگے تھا، مگر اس میں کنکر پتھر بھرے تھے اور کوزے میں پانی کے بجائے پیپ اور خون تھا۔ جب کھا پی چکے تو حاتم نے ان سے اس کا سبب پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ یہ راز اسی سے پوچھو۔

چناں چہ حاتم اس کے پاس گیا اور کہا: "اے عزیز! تو نے ایسا کیا گناہ کیا جو اس عذاب میں گرفتار ہوا؟"

وہ بولا: "میں ان لوگوں کا سردار ہوں۔ میرا نام یوسف ہے۔ میں بے حد بخیل تھا۔ کبھی اللہ کی راہ میں کچھ نہ دیا۔ اگر کوئی نوکر کسی کو دیتا تو میں منع کرتا بلکہ ان کو مارتا۔ وہ کہتے کہ ہم اللہ کے واسطے دیتے ہیں۔ میں ان پر ہنستا۔ سوداگری کے لیے شہر خوارزم جاتا تھا کہ ایک دن چور آگئے۔ ہم سب کو لوٹا اور مار ڈالا۔ یہ یہیں گاڑ دیے۔ انھیں اپنی سخاوت کے سبب ایسا مرتبہ ملا اور میں اپنی بخیلی کے باعث اس بلا میں مبتلا ہوا۔ میرا وطن چین ہے۔ میری اولاد ٹکڑے ٹکڑے کو محتاج ہے۔ ایک درخت کے نیچے میرے حجرے کے پاس بہت سا مال گڑا ہے۔"

حاتم نے پوچھا: "کہ تیری نجات کا کوئی طریقہ ہے؟"

اس نے کہا: "اگر اللہ تجھے توفیق دے تو شہر چین جا۔ میری حویلی سوداگروں کے محلے میں ہے۔ یوسف سوداگر نام مشہور ہے۔ وہاں جو میرا مال گڑا ہے اس کو نکال کر چار حصے کر۔ ایک حصہ میرے لڑکوں کو دے اور تین حصے اللہ کی راہ میں خرچ کر۔ امید ہے کہ نجات پاؤں گا۔"

یہ سن کر حاتم نے اس سے وعدہ کر لیا کہ یہ کام ضرور کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو شہید اپنے اپنے مکانوں میں گئے اور حاتم چین کی طرف روانہ ہوا۔

ایک طویل مدت کے بعد آفتیں اٹھاتا اٹھاتا ایک جگہ پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص کنویں پر پانی بھرتا ہے کہ اتنے میں ایک سانپ ہاتھی کی سونڈ کی طرح نکلا اور

اس شخص کی کمر پکڑ کر کنویں میں کھینچ لیا۔ حاتم کو یہ دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا۔ وہ بے اختیار کنویں میں کود پڑا۔ جب زمین پر پاؤں لگے تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک لہلہاتا ہوا وسیع میدان درختوں سے ہرا بھرا ہے اور وہیں پر ایک محل ہے۔ حاتم جب اس محل کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ایک بلور کا تخت بچھا ہوا ہے اور ایک لمبا مرد سوتا ہے۔ حاتم اس کے سرہانے انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں وہی سانپ مسافر کو کہیں چھوڑ کر حاتم کی طرف لپکا۔ حاتم نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ایسا دبایا کہ وہ چلانے لگا۔ اس شور سے وہ دیو چونک پڑا اور چلایا:

"یہ کیا کرتا ہے! یہ میرا ہرکارہ ہے، اسے چھوڑ دے!"

حاتم نے کہا: "جب تک یہ مسافر کو نہ چھوڑے گا میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ سن کر دیو نے سانپ سے کہا خبردار یہ کوئی زبردست معلوم ہوتا ہے۔ کہیں تیرے منھ میں نہ گھس جائے اور طلسم کو نہ توڑ دے۔ یہ سنتے ہی حاتم سانپ کے منھ میں گھس گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اندھیرا گھپ ہے۔ اتنے میں ایک آواز آئی "اے حاتم جو چیز تیرے ہاتھ لگے اس کو خنجر سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال تاکہ اس جادو سے نجات ہو۔" حاتم ہر طرف ٹٹولنے لگا کہ اتنے میں گائے کے دل کی طرح ایک چیز اس کے ہاتھ لگی۔ اس نے فوراً خنجر سے اسے چیر پھاڑ ڈالا۔ یہ کرنا تھا کہ چشمہ لہریں لیتا ہوا پیدا ہوا اور حاتم غوطے کھانے لگا۔ دو تین غوطوں کے بعد اس کا پاؤں زمین پر لگا۔ اب جو دیکھا تو نہ مکان ہے نہ وہ سانپ، مگر ایک وسیع جنگل نظر آتا ہے اور اس میں ہزاروں آدمی ہیں۔ بعض مرنے کے قریب ہیں اور بعض سوکھ کر کانٹا ہوگئے ہیں۔ وہ مسافر بھی انھیں میں کھڑا ہے۔ حاتم نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ان سب کو وہی سانپ لاکر چھوڑ گیا ہے۔ تب حاتم نے اس جادو کا ماجرا ان سب کو سنایا اور کہا کہ اب تم اپنے اپنے گھر جاؤ میں نے تمھارے دشمن کو مار ڈالا ہے۔"

غرض وہ لوگ دعائیں دیتے اپنے اپنے گھر چلے اور حاتم چین کی طرف روانہ

ہوا۔ چند روز بعد ایک عالی شان شہر کے دروازے پر پہنچا۔ دربانوں نے روکا اور کہا کہ پہلے بادشاہ کے پاس چل۔

حاتم نے سبب پوچھا تو انھوں نے کہا کہ "اے مسافر! اس شہر کی رسم نرالی ہے، اس لیے کہ بادشاہ کی ایک لڑکی ہے۔ ہر مسافر کو اس کے پاس لے جاتے ہیں۔ وہ کچھ سوال کرتی ہے۔ جب وہ جواب نہیں دے پاتا تو صبح اسے سولی دے دیتے ہیں۔ اسی لیے اس شہر کا نام "بے درد نگر" ہوگیا ہے۔ بادشاہ کے پاس پہنچ کر حاتم نے کہا:

"اے بادشاہ! یہ کیا ہے کہ تیرے شہر میں مسافروں کو دکھ دیا جاتا ہے جب کہ اور شہروں میں تو اچھا سلوک کرتے ہیں۔"

یہ سن کر بادشاہ رو دیا اور بولا: "کیا کروں، یہاں ایک بلا نازل ہوگئی ہے۔ پہلے اس کا نام عدل آباد تھا، مگر اب میری لڑکی کے ظلم سے اسے "بے درد نگر" کہتے ہیں۔ اپنی اولاد کو مار بھی نہیں سکتا۔"



یہ سن کر حاتم آب دیدہ ہوا اور بولا: "اللہ رحیم و کار ساز ہے وہ تیری مشکل بھی آسان کر دے گا۔" چناں چہ حاتم کو محل میں لے گئے اور لڑکی کے پاس بٹھایا۔ حاتم لڑکی کے حسن کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ بھی حاتم کی خوب صورتی سے بے حد متاثر ہوئی اور کہنے لگی: "افسوس کہ یہ بھی کل سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔"

دائی نے کہا: "تیرے ہاتھ سے بہت سے مارے جا چکے ہیں۔ لیکن شاید اس جواں مرد کے ہاتھ تیرا کام بن جائے۔"

یہ سن کر حاتم نے کہا کہ بھلا میں بھی تو سنوں کہ کون سا کام ہے۔ اس پر دائی بولی:

"جب رات ہوتی ہے تو یہ لڑکی دیوانی ہو جاتی ہے اور سوال کرتی ہے جو مسافر جواب نہیں دے پاتا اس کو سولی دلوا دیتی ہے۔" یہ سن کر حاتم بڑا پریشان ہوا۔

اتنے میں رات ہوگئی۔ تمام نوکر چاکر لونڈی غلام محل سے باہر گئے اور دروازے کو بند کر دیا گیا۔ اب وہ لڑکی دیوانوں کی طرح کودنے لگی اور حاتم سے کہنے لگی کہ جوان اب ہمارے سوالوں کا جواب دے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سا میوہ ہے جو سب سے زیادہ میٹھا ہے؟"

حاتم نے کہا: "وہ اولاد ہے۔"

پھر اس نے ایک سوال پوچھا: "وہ کیا چیز ہے جو ہر کسی کو ہڑپ کر جاتی ہے؟"

حاتم نے کہا: "اے بی بی! وہ موت ہے جو کسی کو نہیں چھوڑتی۔"

یہ سن کر لڑکی کانپنے لگی اور بے ہوش ہوگئی۔

اتنے میں ایک کالا سانپ پھن پھلا کر حاتم کی طرف لپکا۔ حاتم نے وہ مہرہ جو ریچھ کی بیٹی نے دیا تھا پگڑی سے کھول کر منہ میں رکھا اور سانپ کو پکڑ کر ایک ہانڈی میں بند کر دیا۔ پھر انگنائی میں گڑھا کھود کر ہانڈی کو اس میں گاڑ دیا اور تخت پر جا بیٹھا۔ پچھلے پہر لڑکی کو ہوش آیا۔ حاتم کو زندہ دیکھ کر حیران ہوئی اور دائی کو بلوا کر پوچھنے لگی:

"یہ کیا سبب ہے جو یہ مسافر جیتا بچا؟"

حاتم نے کہا: "اللہ کریم ہے۔ تم اپنا حال کہو۔"

وہ بولی: "آج ہمیں اپنا بدن ہلکا معلوم ہوتا ہے۔" اتنے میں صبح ہوئی اور بادشاہ آگیا اور حاتم سے پوچھنے لگا کہ: "اے مسافر تو کیوں کر جیتا بچا؟"

حاتم نے رات کے تمام واقعات بتا دیے اور کہا کہ ایک جن اس لڑکی پر عاشق تھا کہ سانپ بن کر ہر ایک مسافر کو مار ڈالتا تھا۔ اللہ کے فضل سے یہ بلا ٹلی۔ بادشاہ بڑا خوش ہوا اور بولا کہ لڑکی میں نے تجھی کو دی۔ چناں چہ اس لڑکی کا نکاح حاتم کے ساتھ کر دیا گیا۔ حاتم تین مہینے وہیں رہا اور پھر آنے کا وعدہ کر کے رخصت ہوا۔

کچھ دنوں بعد وہ شہر چین میں جا پہنچا۔ پوچھتے پوچھتے وہ یوسف سوداگر کے بیٹوں سے ملا اور بولا کہ اے لڑکو! تمھارے باپ نے بھیجا ہے۔ یہ سن کر وہ ہنسنے لگے اور بولے اس کو مرے ہوئے تو مدت ہوگئی۔

حاتم نے کہا: "یہ ذرا سوچو کہ مجھے تمھارا پتا کیسے معلوم ہوا۔ اس کے سوا ایک بات اور ہے وہ یہ ہے کہ فلاں درخت کے نیچے بہت سا مال و جواہر گڑا ہوا ہے۔ اسے کھود دو۔ ایک حصہ تم لو اور تین حصے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔"

پھر حاتم نے قبرستان کا سارا قصہ بیان کیا۔ یہ سن کر انھوں نے کہا کہ بادشاہ کو اطلاع دیے بغیر یہ کام کیسے کریں۔ چناں چہ وہ حاتم کو لے کر بادشاہ کے پاس گئے اور بادشاہ حاتم کو لے کر یوسف سوداگر کی حویلی میں آیا۔ پھر جب اس حجرے کو کھدوایا گیا تو بے شمار مال نکلا۔ بادشاہ نے اس کے چار حصے کیے۔ ایک حصہ لڑکوں کو دیا اور تین حصے حاتم کو دے کر کہا تم ہی اسے راہ الٰہی میں خرچ کردو! چناں چہ حاتم نے یہی کیا۔ اور رخصت ہو کر عدل آباد آیا۔ اپنی بیوی سے جو لڑکا ہوا تھا اس کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ سالم نام رکھا۔ پھر رخصت ہو کر جنگل کی راہ لی۔

کئی دنوں کے بعد شہیدوں کے قبرستان میں پہنچا۔ جمعہ کی رات وہ سب شہید بہ دستور اپنی قبر سے نکلے۔ پھر وہی سب باتیں ہوئی حاتم نے اس سوداگر سے احوال پوچھا تو وہ بولا:



"اے جوان مرد! مرحبا، جزاک اللہ، تیری بدولت اب میری مصیبت ختم ہو گئی ہے۔"

صبح کو حاتم وہاں سے رخصت ہوا۔ اور ایک جنگل میں پہنچا۔ وہاں ایک بوڑھی عورت بھیک مانگ رہی تھی۔ حاتم نے اپنی الماس کی انگوٹھی اسے دے دی اور آگے بڑھا۔

بڑھیا چلائی۔ "پنچھی پردیسی کا خدا حافظ!"

اس آواز کو سنتے ہی سات جوان تلواریں لگائے جنگل سے نکل آئے اور حاتم کے ساتھ ہو لیے۔ یہ ساتوں چور اس چڑیل کے بیٹے تھے۔ اس نے انگوٹھی پا کر یہ خبر کر دی کہ سونے کی چڑیا جاتی ہے۔ غرض وہ حاتم کے ساتھ گپ شپ ہانکتے ہوئے چلے۔ جب حاتم ان کے دام میں آگیا تو انھوں نے پیچھے سے ایک کمند اس کے گلے میں ڈال دی اور دو تین خنجر مار کر کنویں میں گرا دیا اور جو مال تھا وہ لے لیا، مگر وہ مہرہ حاتم کی پگڑی میں بندھا رہ گیا۔ حاتم بے ہوش پڑا رہا۔ جب ہوش آیا تو مہرہ کو

...زخموں پر لگایا۔ زخم اسی وقت بھر آئے۔ حاتم کو ان چوروں پر بڑا افسوس ہوا۔ سوچنے لگا کہ میں تو ان کو یوں ہی سب دے دیتا۔ اتنے میں اس کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے۔

"اے حاتم! غم نہ کھا۔ یہاں ایک خزانہ گڑا ہے۔ اللہ نے یہ تیرے ہی واسطے چھپا رکھا ہے۔ کل دو آدمی یہاں آئیں گے اور تجھے اس کنویں سے نکالیں گے۔"

اتنے میں نور کا تڑکا ہوا۔ تھوڑی دیر میں دو آدمی آئے اور حاتم کو کنویں سے نکالا۔ پھر سب نے مل کر خزانہ نکالا اور جب یہ ہو چکا تو وہ دونوں رخصت ہو گئے۔ حاتم سوچنے لگا کہ اگر وہ چور مل جائیں تو یہ سارا خزانہ انھیں دے دوں گا تاکہ وہ پھر چوری نہ کریں۔

حاصل کلام یہ کہ وہ چوروں کی تلاش میں نکلا۔ تھوڑی دور گیا ہو گا کہ وہی بڑھیا پھر مل گئی۔ اس نے پھر اسی طرح آواز لگائی اور وہ چور ادھر ادھر سے آموجود ہوئے۔

حاتم نے ان سے کہا: "میں تم کو اس قدر زر و جواہر دوں کہ تمھاری سات پشتوں تک کام آئے، مگر شرط یہ ہے کہ تم چوری سے توبہ کرو۔"

وہ بولے کہ: "ہم تو پیٹ ہی کے واسطے یہ عذاب لیتے ہیں۔ اگر اتنا مال دلواتے ہو تو ہم آج سے عہد کرتے ہیں تمام عمر چوری نہ کریں گے۔"

چناں چہ حاتم انھیں لے کر اس کنویں پر آیا اور وہ زر و جواہر سب ان کو بخشا اور راہ راست دکھلا کر جنگل کا راستہ لیا۔

نیکی کر دریا میں ڈال ۔۲

حاتم جنگل میں چلا جارہا تھا کہ اسے ایک کتا زبان نکالے دکھائی دیا۔ حاتم نے اسے گود میں اٹھا لیا اور پانی تلاش کرنے لگا۔ اتنے میں ایک گاؤں نظر آیا۔ گاؤں والوں نے حاتم کو روٹیاں اور چھاچھ دی۔ اس نے وہ روٹیاں اور چھاچھ کتے کے آگے رکھ دی۔ کتے نے پیٹ بھر کر کھایا۔ حاتم شفقت سے کتے کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اتنے میں ایک سخت سی چیز اس کے ہاتھ میں لگی۔ جب غور سے دیکھا تو لوہے کی کیل تھی۔ حاتم نے وہ کیل اس کتے کے سر سے نکالی۔ وہ کتا ایک نوجوان صورت ہوگیا۔

حاتم تعجب سے بولا: "اے بندہ خدا یہ کیا بھید ہے؟"

جوان حاتم کے پاؤں پر گر پڑا اور بولا: "اے بزرگ میں ایک بڑے دولت مند سوداگر کا بیٹا ہوں۔ میرے باپ نے میری شادی کر دی ۔ کچھ دنوں بعد میرے باپ کا انتقال ہوگیا۔ میں تجارت کی غرض سے جب چین گیا ہوا تھا تو میری بد ذات بیوی نے میرے حبشی غلام سے شادی کر ڈالی۔ جب لوٹ کر آیا تو اس نے سوتے میں یہ کیل میرے سر میں ٹھونک دی۔ اس نے کیل جادوگروں سے پڑھوا کر پہلے سے اپنے پاس رکھ چھوڑی تھی۔ میں اس کیل کے لگتے ہی کتا ہوگیا۔ اس نے دھتکار کر مجھے نکال دیا۔ میں کان پھٹ پھٹاتا بازار میں گیا ۔ وہاں کے کتے اجنبی جان کر بھونکنے لگے اور مجھ پر جھپٹ پڑے۔ دہشت سے شہر چھوڑ کر اس جنگل میں بھوکا پیاسا تین دن سے مارا مارا پھرتا ہوں۔ اللہ کے فضل سے آج تو آیا اور مجھے کھانا کھلایا پانی پلایا اور آدمی بنایا۔"

حاتم یہ سن کر بولا: "اے عزیز تیرا گھر کس شہر میں ہے؟"

اس نے کہا: "تین دن کی راہ پر ہے۔ اس شہر کو سورت کہتے ہیں۔"

حاتم نے کہا: "اسی شہر میں تو حارس سوداگر بھی رہتا ہے۔ اس کی بیٹی کے سوالوں کے لیے تو میں نکلا ہوں۔ اچھا تو اس کیل کو اپنے پاس رہنے دے۔ اگر بدلہ لینے کو جی چاہے تو اپنی بیوی کے سر میں گاڑ دینا۔ وہ کتیا ہو جائے گی۔"

غرض وہ اسی ڈھب کی باتیں کرتے چل نکلے۔ تین روز کے بعد اس شہر میں داخل ہوئے۔ وہ جوان حاتم کو اپنے گھر لے آیا۔ حاتم کو ڈیوڑھی میں بٹھلایا اور خود اندر گیا۔ تمام لونڈی غلام اس کے پاؤں پر گر پڑے۔ اس کی بیوی اور وہ حبشی غلام دونوں سو رہے تھے۔ نوجوان نے اس غلام کی گردن کاٹ ڈالی اور وہ کیل بیوی کے سر میں ٹھونک دی۔ وہ وہیں کتیا ہوگئی۔ تب وہ اسے رسی سے باندھ کر باہر لایا اور حاتم کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا اور کہا:

"یہ وہی مکارہ عورت ہے اور یہ وہی غلام نمک حرام ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے غلام کو صحن میں گاڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو حاتم اس سے رخصت ہو کر سرائے میں آیا اور اس سوداگر بچے سے ملا۔ سوداگر بولا کہ اب ایک مدت سے وہ آواز نہیں آتی۔" حاتم نے کہا کہ اب اللہ کے فضل سے اس کی خبر لے آیا ہوں' یہ کہہ کر وہ حارس کے گھر گیا۔ حارس کی بیٹی پردے ڈلوا کر اندر بیٹھی اور حاتم کو بلوایا ۔ پھر حاتم نے ابتدا سے لے کر انتہا تک جو کچھ دیکھا سنا تھا سب بیان کر دیا۔

اس نے کہا: "یہ سچ ہے کہ اب وہ آواز نہیں آتی۔ اب جلد جا اور ماہ پری شاہ کا شاہ مہرہ لا۔"

حاتم حارس کی بیٹی سے رخصت ہو کر سوداگر کے پاس آیا اور بولا کہ اب میں اس کا تیسرا سوال پورا کرنے جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے جنگل کا راستہ لیا۔ چند روز بعد ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اب دیووں کے بادشاہ سے ملنا چاہیے اور اس سے ماہ پری شاہ کا مکان پوچھنا چاہیے۔ یہ سوچ کر اسی غار میں اترا جس میں پہلے گیا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد پھر وہی جنگل نظر پڑا۔ اس کو طے کر کے اس گاؤں میں پہنچا جہاں پہلے گیا تھا۔ لوگ اسے پہچان کر بستی میں لے گئے پھر وہاں سے دوسرے گاؤں پہنچا اور اسی طرح آخر

کار بادشاہ فرو قاش کے پاس پہنچ گیا۔

بادشاہ نے پوچھا: "اب کس غرض سے آنا ہوا؟"

حاتم نے کہا: "ماہ پری شاہ کے ہاتھ میں شاہ مہرہ ہے۔ اس کو لینے آیا ہوں۔"

بادشاہ بولا: "اے جوان وہ مہرہ لینے کی کس کو طاقت ہے۔ دیووں کی مجال نہیں کہ وہاں جائیں تو بے چارہ کس شمار و قطار میں ہے!"

حاتم نے کہا: "جس نے مجھے یہاں پہنچایا ہے۔ وہی وہاں تک بھی پہنچا دے گا۔ تم صرف ایک شخص میرے ساتھ کر دو کہ راستہ بتا دے۔" چناں چہ بادشاہ نے کئی دیو حاتم کے ساتھ کر دیے کہ سرحد تک پہنچا دیں اور وہیں حاتم کے آنے تک بیٹھے رہیں۔

ایک مہینے تک حاتم ماہ پری شاہ کی سرحد پر پہنچا۔ دیو وہیں پر رک گئے اور حاتم آگے بڑھا۔ چند روز بعد ایک پہاڑ آسمان سے باتیں کرتا دکھائی دیا۔ وہ ادھر چلا ہی تھا کہ ہر طرف سے پری زادوں نے آ کر گھیر لیا۔

وہ پوچھنے لگے: "تو کون ہے؟ یہاں کیوں آیا اور کون تجھے لایا ہے؟"

حاتم نے کہا: "مجھ کو اللہ لایا ہے اور میں شہر سورت سے آیا ہوں۔"

انھوں نے کہا: "معلوم ہوتا ہے تو ماہ پری شاہ کا مہرہ لینے آیا ہے۔"

حاتم چپ رہا۔ تب پری زادوں نے آگ بھڑکائی اور حاتم کو آگ میں ڈال دیا۔ حاتم تین روز تک اسی آگ میں رہا۔ وہ سب چلے گئے۔ اس کے بعد جو نکلا تو ایک تار بھی اس کے لباس کا نہ جلا تھا۔ وہاں سے وہ ایک طرف کو چلا۔ تھوڑی دور گیا ہوگا کہ ہر طرف سے پری زادوں نے آ کر گھیرا اور کہنے لگے اے جوان تیری ہی صورت کا ایک شخص یہاں آیا تھا۔ ہم نے اس کو آگ میں ڈال دیا تو وہی ہے یا دوسرا؟

حاتم نے کہا: "احمقو! جو آتش کدے میں پڑے وہ کیوں کر جیتا بچے؟"

پھر انھوں نے حاتم کو ایک بھاری پتھر کے نیچے تین روز دابے رکھا۔ چوتھے روز نکالا اور اس کی ٹانگ پکڑ کر اس زور سے گھما کر پھینکا کہ وہ اٹھارہ کوس دور دریائے

شور میں جا گرا اور ایک گھڑیال اس کو نگل گیا۔ حاتم کو جب ہوش آیا تو اپنے کو گھڑیال کے پیٹ میں پایا۔ گھبرا کر دوڑنے لگا اور اس کے دل و جگر کو پاؤں سے کچلنے لگا۔ وہ اس کے ہضم نہ ہونے سے پریشان ہو کر خشکی میں گیا اور قے کرنے لگا۔ حاتم اس کے منہ سے نکل پڑا۔ پھر بھوکا پیاسا کسی طرف کو چلا۔ اتنے میں ایک غول پری زادوں کا آ پہنچا۔

انھوں نے پوچھا: "تجھ کو یہاں کون لایا ہے؟"

حاتم نے کہا: "مجھ کو اللہ لایا ہے۔ فرو قاش بادشاہ کے دیو مجھے ماہ پری شاہ کی سرحد تک لائے تھے۔ تمھارے بھائیوں نے مجھ کو آگ میں ڈال دیا، مگر اللہ نے بچا لیا۔ پھر انھوں نے دریا میں ڈال دیا۔ وہاں گھڑیال نگل گیا، مگر ہضم نہ کر سکا تو کنارے پر اگل دیا۔"

یہ سن کر انھوں نے کہا: "ایسا کیا کام ہے جو تو نے اتنی مصیبتیں اٹھائیں۔"

حاتم نے کہا: "مجھے ماہ پری شاہ سے کام ہے۔"

انھوں نے کہا: "ہمارے سامنے ماہ پری شاہ کا نام نہ لے کیوں کہ ہم اس کے نوکر ہیں۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ آدم زاد یہاں آیا ہے تو ہم کو جیتا نہ چھوڑے گا۔"

حاتم نے کہا: "تم مجھے باندھ کر اس کے پاس لے چلو۔"

آخر کار یہ طے ہوا کہ حاتم کو وہیں رکھا جائے اور بادشاہ کو اطلاع کی جائے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ حاتم کو حاضر کیا جائے۔ چناں چہ پری زاد اسے لے کر چلے۔ یہ بات ہر جگہ پھیل گئی کہ آدم زاد کو گرفتار کر کے ماہ پری شاہ کے حضور میں لیے جاتے ہیں۔ یہ سن کر منسا پری زاد کی بیٹی نے اپنی ہم جولیوں سے کہا: "اس آدم زاد کو دیکھنا چاہیے۔"

انھوں نے کہا: "اگر دیکھنا ہے تو راستے ہی میں دیکھ لو ورنہ پھر نہ دیکھ سکو گی۔"

یہ سن کر وہ اپنی ماں کے پاس آئی اور باغ کی سیر کرنے کے بہانے رخصت ہوئی۔ وہاں کا دستور تھا کہ جو کوئی باغ کی سیر کو جاتا تو چالیس روز تک وہیں رہتا۔ غرض وہ

روانہ ہوئی۔ اتنے میں ایک ہم جولی بولی کہ دریائے قلزم کے چوکیدار فلانے راستے سے آتے ہیں۔ لہٰذا وہیں چلو۔ چناں چہ سب ادھر چلی گئیں۔ کیا دیکھتی ہیں کہ ایک لشکر پڑا ہے۔ حسنا پری نے ایک پری سے کہا کہ تو جاکر ذرا پتا چلا۔ وہ گئی اور ان سے پوچھنے لگی کہ تم کون ہو!"

انھوں نے کہا: "ہم دریائے قلزم کے چوکیدار ہیں۔ ایک آدمی کو گرفتار کیے حضور عالی میں جاتے ہیں۔"

اس نے کہا "وہ کون ہے؟" انھوں نے حاتم کو دکھلا دیا۔ وہ لوٹی اور حسنا پری سے حاتم کے حسن و جمال کی تعریف کرنے لگی۔ حسنا پری حاتم کو دیکھنے کی اور بھی مشتاق ہوئی۔ بولی کہ اے بوا' اسے کیسے دیکھوں؟ انھوں نے کہا کہ رات کو جب سپاہی سو جائیں گے اس وقت ہم اس کو اڑا لائیں گے!"

اتنے میں آفتاب غروب ہوا۔ پریاں اس لشکر کی طرف بڑھیں۔ کیا دیکھتی ہیں کہ حاتم خواب غفلت میں ہے۔ تب حاتم کے سرپر بے ہوشی کی دوا چھڑک کر حسنا پری کے باغ میں اٹھا لے گئیں۔ حسنا پری بھی وہاں آگئی۔ آکر کیا دیکھتی ہے کہ ایک خوب صورت جوان بے ہوش پڑا ہے دیکھتے ہی اس کی محبت میں گرفتار ہوئی۔ حاتم نے جب آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ایک پری زاد جمیلہ سرہانے کھڑی ہے۔

ہکا بکا ہو کر بولا: "تو کون ہے اور مجھے یہاں کون لایا ہے!؟"

حسنا پری نے کہا: "اے جوان یہ باغ منسا پری کا ہے اور میں حسنا پری اس کی بیٹی ہوں۔ میں تجھ کو دیکھنا چاہتی تھی ' اس لیے یہ پریاں تجھ کو وہاں سے اڑا لائیں۔"

حاتم نے کہا: "ناحق میرے کام میں خلل کیا۔"

پری نے کہا: "وہ کون سا کام ہے؟"

حاتم نے کہا: "میں ماہ پری شاہ کا مہرہ لینے آیا ہوں۔"

وہ ہنسی اور بولی: "یہ کام بہت مشکل ہے تیری قسمت سے ہاتھ لگے تو لگے۔ بہر حال میں بھی کوشش کروں گی۔"



ادھر جب وہ لشکر بیدار ہوا اور حاتم کو نہ پایا تو سب بے حد پریشان ہوئے۔ کوشش کر کے معلوم کیا کہ پری زاد حاتم کو چرا کر لے گئی ہے۔ لہٰذا سب نے یہ طے کیا کہ کہیں چھپ رہیں اور چپکے چپکے تلاش کریں۔ اگر کھوج ملے تو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے جائیں۔ چناں چہ وہ سب بھاگے اور چھپ گئے۔ رات بھر ڈھونڈتے اور دن بھر چھپے رہتے۔ اسی طرح ایک مدت ہوگئی۔

ایک دن ماہ پری شاہ نے کہا: "وہ آدم زاد ابھی تک نہیں آیا؟ جاؤ خبر لاؤ۔"

چناں چہ ایک پری زاد اڑا اور پل مارتے ہی اس لشکر کے سردار کے پاس جا پہنچا اور کہنے لگا: "بادشاہ منتظر ہے وہ آدمی اب تک نہیں پہنچا۔"

اس نے کہا: "اسے تو ایک مدت ہوئی روانہ کر دیا۔"

پری زاد نے آکر بادشاہ کو بتایا وہ اس خبر کو سنتے ہی آگ بگولا ہوگیا۔ حکم دیا کہ فوراً تلاش کرو۔ چناں چہ ایک سردار لشکر لے کر گیا اور تلاش کرنے لگا۔ اتنے میں ایک شخص اس لشکر کا بھاگا ہوا ان کے جاسوسوں کو نظر آیا۔

وہ اسے بادشاہ کے پاس پکڑ کر لے گئے۔ اس نے بادشاہ کو سارے حالات بتائے۔ یہ سن کر بادشاہ نے پانچ چھ ہزار پری زادوں کو حکم دیا کہ اسے جہاں پاؤ وہاں سے لے آؤ۔ غرض وہ اس کی تلاش کو گئے۔ اتفاق سے ایک پری زاد کا گزر حسنا پری کے باغ میں ہوا۔ وہاں اسے حسنا پری حاتم کے ساتھ نظر آئی۔

جاسوس نے کہا: "اے نمک حرامو! اس آدمی کو بادشاہ نے طلب کیا تھا تم ہم کو غافل پا کر اسے اڑا لائے۔ اسے ہمارے حوالے کرو!"

یہ سن کر حسنا پری برہم ہو کر بولی: "تو میرے باغ میں کیوں آیا۔ ارے کوئی ہے؟" یہ سنتے ہی سب پریاں اس پر دوڑ پڑیں وہ ڈر کر بھاگا اور بادشاہ کے پاس جا کر کہنے لگا کہ میں اسی گروہ میں سے ہوں جو آدم زاد کو حضور عالی میں لاتا تھا۔ رات کو حسنا پری اسے چرا کر لے گئی اور اپنے باغ میں رکھ چھوڑا ہے۔ اتفاق سے ایک دن میں اس باغ میں جا نکلا تو اس آدم زاد کو دیکھا۔ میں نے شور مچایا کہ اسے میرے حوالے کردو۔ یہ سن کر حسنا پری نے پریوں سے کہا کہ اسے پکڑ کر خوب مارو۔ میں جان بچا کر یہاں تک آیا ہوں۔

یہ سن کر بادشاہ آگ بگولا ہوگیا اور حکم دیا کہ منسا پری زاد کو، اس کی بیوی، بیٹی اور اس آدمی کو فوراً پیش کیا جائے۔ چناں چہ سب دوڑ پڑے اور منسا پری زاد کی حویلی کو گھیر لیا۔ وہ بے چارہ بے خبر تھا۔ انھوں نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ چناں چہ وہ اس باغ میں آیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ واقعی حسنا پری اس آدم زاد (حاتم) کے ساتھ وقت گزار رہی ہے۔ بد حواس ہو کر کہا:

"تو نے کیا ظلم کیا ماں باپ کا نام ڈبویا۔ فوج تجھے پکڑنے کو آرہی ہے۔"

یہ سن کر وہ کانپنے لگی۔ اتنے میں شاہی فوج آپہنچی اور سب کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس لے گئی۔ منسا پری زاد نے بادشاہ سے کہا اس بندے کو اس کی مطلق خبر نہ تھی۔ فدوی ہر طرح فرماں بردار ہے۔ بادشاہ نے رحم کھا کر اسے بخشا اور پھر حاتم کو پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے اسے اپنے پاس بٹھلایا اور پوچھا کہ تو آدم زاد یہاں کیوں آیا؟

"جہاں پناہ، فرو قاش بادشاہ سے اوصاف سنے تو اشتیاق دید ہوا۔" پھر بادشاہ نے کہا:

"اے جوان! انسانوں میں کوئی حکیم بھی ہے؟ ایک مدت سے میرے بیٹے کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ اس کے سوا میرے کوئی لڑکا نہیں، افسوس کہ وہ بھی اندھا ہوگیا۔"

حاتم بولا: "اگر شاہ زادہ اچھا ہو جائے تو مجھے کیا انعام ملے گا؟" بادشاہ نے کہا: "جو تو مانگے!"

چناں چہ صبح کو حاتم نے وہ مہرہ پگڑی سے نکال کر گھسا اور شاہ زادے کی آنکھوں پر لگا دیا۔ شام تک سرخی جاتی رہی مگر بینائی نہ آئی، لہٰذا حاتم نے کہا:

"پردہ ظلمات میں ایک درخت ہے اس کو نوریز کہتے ہیں۔ اگر دو تین قطرے اس کے پانی کے مل جائیں تو اس کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔"

یہ سن کر بادشاہ نے کہا: "اے پری زادو کون اس درخت کا پانی لائے گا؟"

یہ سن کر سب سر جھکا کر بولے کہ جہاں پناہ وہ راہ تو نہایت پر خطر ہے۔ وہاں بہت سے دیو اور بھوت پلید رہتے ہیں۔ اتنے میں حسنا بولی:

"اگر جہاں پناہ میرا گناہ معاف کر دیں اور اس انسان کو مجھے بخش دیں تو میں درخت کا پانی لے آؤں!"

بادشاہ نے کہا: "تیرا گناہ بخشا اور اس آدمی کو بھی دیا۔"

حاتم بولا: "اے حسنا پری اگر تمام عمر مجھے رکھنا چاہتی ہے تو یہ نہ ہو سکے گا! اگر اس پر راضی ہے کہ جب تک چاہوں رہوں اور جب چاہوں چلا جاؤں تو مضائقہ نہیں۔"

حسنا پری اس پر راضی ہوئی اور کئی پریوں کو لے کر روانہ ہوگئی۔ چالیس روز بعد ظلمات میں پہنچی کیا دیکھتی ہے کہ ایک درخت ایسا عظیم الشان ہے کہ اس کی پھنگی آسمان تک پہنچتی ہے اور اس سے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ حسنا پری نے ایک

اتنے میں اس درخت کا پوشیدہ از دیو
بوتل میں یہ قطرے جمع کر لیے وہاں سے اڑی۔ اتنے میں اس درخت کا پوشیدہ از دیو آپہنچا، مگر حسنا پری بھاگ گئی اور ہاتھ نہ لگی۔ پھر چالیس روز میں آپہنچی اور بولی حضور کے اقبال سے یہ لونڈی اس درخت کا پانی لے آئی۔ یہ کہہ کر بوتل کو بادشاہ کے آگے رکھا۔ بادشاہ نے بوتل حاتم کو دی۔

حاتم نے فوراً اس مہرہ کو اس پانی میں رگڑ کر شاہ زادے کی آنکھوں میں لگا دیا۔ سات روز تک آنکھوں پر پٹی بندھی رہی۔ آٹھویں روز جو پٹی کھولی تو آنکھیں ایسی تھیں جیسے کہ پیدائش کے وقت تھیں۔ شاہ زادے نے باپ کا دیدار کیا تو بڑا خوش ہوا۔ حاتم نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ بادشاہ نے بے شمار دولت اس کے آگے رکھی اور پری زادوں سے کہا اس سامان کو اس کے ساتھ لے جانا۔ اب حاتم بولا:

اے شہنشاہ گیتی پناہ! یہ جو کچھ دیا یہ تو آپ کی عنایت ہے، لیکن امید وار اس کا ہوں جو آپ نے وعدہ کیا تھا!"

بادشاہ نے کہا: "مانگ کیا مانگتا ہے؟"

حاتم نے کہا: "یہ مہرہ جو آپ کے ہاتھ میں ہے اسے بخش دیجیے۔"

یہ سن کر بادشاہ نے کہا: "معلوم ہوتا ہے شاید یہ حارس سوداگر کی بیٹی نے تجھ سے مانگا ہے۔ بہر حال میں تجھ سے وعدہ کر چکا ہوں۔"

یہ کہہ کر شاہ مہرہ حاتم کو دیا اور کہا۔ "یہ مہرہ اس کے پاس رہنے نہ دوں گا۔"

حاتم نے عرض کی کہ جب میرا کام ہو جائے اس کے بعد آپ مختار ہیں۔

حاتم نے اس کو لے کر اپنے بازو پر باندھا۔ مہرے کا باندھنا تھا کہ جتنے خزانے اور دفینے زمین میں گڑے ہوئے تھے نظر آنے لگے۔ حاتم بادشاہ سے رخصت ہوا۔ اس وقت بادشاہ نے اپنے عیاروں اور نظربازوں سے کہا کہ جس وقت حارس کی بیٹی کی شادی ہو جائے تو اس مہرہ کو کسی گھات سے لے آئیں!" حاتم چند روز حسنا پری کے ساتھ رہا اور پھر وہاں سے روانہ ہوا۔

وہ پری زاد فروقاش کی سرحد تک پہنچا کر رخصت ہوئے۔ وہاں سے **فروقاش** کے دیو جو حاتم کو پہلے پہنچا گئے تھے، ساتھ ہولیے اور چند روز میں فروقاش کے پاس

ر بغل گیر ہوا اور بڑی تواضع کی۔ حاتم رات بھر وہاں رہا اور صبح کو رخصت ہو کر غار کی راہ سے سورت آپہنچا۔ دیووں کو وہ زر و جواہر بخش کر رخصت کیا۔ پھر خود حارس کی بیٹی کے گھر آیا اور شاہ مہرہ اس کے حوالے کیا۔ وہ بہت خوش ہوئی اور بولی کہ اب میں تیری ہوں جو چاہے سو کر۔

حاتم نے اس کے باپ کو بلوا کر اس سوداگر بچے کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور کہا کہ "اسے اپنا فرزند سمجھو!" چناں چہ اسی وقت اس نے بیاہ کی تیاری کی اور اپنی بیٹی کو سوداگر کے ساتھ بیاہ دیا۔

دس دن بعد وہ مہرہ اس لڑکی کے ہاتھ سے غائب ہوگیا۔ وہ رونے پیٹنے لگی تو حاتم نے دلاسا دیا اور کہا میں نے تیرے شوہر کو اتنا زرو جواہر دیا ہے کہ سات پشت تک کام آئے گا!"

پھر حاتم وہاں سے رخصت ہوا۔ اور حسن بانو کے سوال کے جواب کی فکر میں چل پڑا۔ کئی دن کے بعد منزلیں طے کرتا ایک دریا کے کنارے جا پہنچا۔ وہاں ایک عالی شان محل نظر پڑا اور اس کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ "نیکی کر دریا میں ڈال۔" یہ اس کو پڑھ کر سجدہ شکر بجا لایا۔ اب جو ذرا آگے بڑھا تو محل سے کچھ لوگ نکلے اور حاتم کو اندر لے گئے۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ سو برس کا ایک بوڑھا نورانی صورت تخت پر بیٹھا ہے۔ حاتم کو دیکھتے ہی اٹھا اور گلے لگا کر تخت پر بٹھایا۔ پھر طرح طرح کے کھانے کھلائے۔ کھانے کے بعد حاتم نے پوچھا:

"آپ نے اپنے در دولت پر یہ کیوں لکھ رکھا ہے؟"

اس نے کہا: "میں لٹیرا تھا۔ رات کو مسافروں کو لوٹتا تھا اور دن کو مزدوری کرتا تھا۔ اس کے علاوہ دو روٹیاں گھی لگا کر اور شکر چھڑک کر دریا میں پھینک دیتا تھا اور کہتا کہ یہ کام اللہ کے واسطے کرتا ہوں۔ یوں ہی ایک مدت گزر گئی۔ ایک دن بیمار ہوا۔ مرنے کے قریب پہنچا۔ ایک دن بے ہوشی میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرا ہاتھ پکڑ کر دوزخ دکھاتا ہے اور کہتا ہے کہ تیری جگہ یہ ہے۔ وہ مجھے دوزخ میں ڈالنے ہی والا تھا کہ اتنے میں دو فرشتے آگئے اور میرا بازو پکڑ کر کہنے لگے اس کو ہم

دوزخ میں نہ جانے دیں گے! اس کی جگہ دوزخ نہیں بلکہ جنت ہے!! چناں چہ وہ مجھے جنت کی طرف لے گئے۔ وہاں ایک بزرگ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس کو کیوں لائے؟ ابھی تو اس کی عمر کے دو سو برس باقی ہیں۔ اس کا ہم نام ایک اور ہے' اس کو لے آؤ۔ یہ سن کر وہی دونوں مجھ کو یہاں پہنچا گئے اور کہنے لگے کہ ہم وہی دو روٹیاں ہیں جو اللہ کے واسطے تو دریا میں ڈالتا تھا۔ اتنے میں مجھ کو ہوش آگیا۔ میں اللہ سے دعا کرنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو دو روٹیاں دریا میں ڈالنے گیا کہ ایک سو دینار پانی سے نکل پڑے۔ میں ان کو اٹھا لایا اور شہر میں ڈھنڈورا پٹوایا کہ اگر کسی کا مال دریا میں گر پڑا ہو تو مجھ سے لے جائے۔ رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کہتا ہے:

"اے بندہ اللہ وہ دو روٹیاں تیرے کام آئیں۔ اللہ کا حکم ہے سو دینار تجھے ہر روز ملا کریں! تو ان میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر اور باقی سے اپنی گزر اوقات کر!" اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ سجدۂ شکر بجا لایا۔ پھر یہ عمارت بنوائی



اور اس کے دروازے پر یہ جملہ لکھوا دیا۔ مجھے اب اسی طرح سو دینار پہنچتے ہیں۔ میں مسافروں اور فقیروں کو دیتا ہوں اور یاد الٰہی میں مشغول رہتا ہوں۔ اب سو برس میری عمر کے باقی ہیں اور اس عمارت کو بنے ہوئے سو برس ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حاتم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور تین روز اس کے پاس رہا۔ چوتھے دن اس بزرگ سے رخصت ہو کر شاہ آباد کی طرف چلا۔

تھوڑے دنوں کے بعد ایک جنگل میں جا پہنچا۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک کالا سانپ ایک خوش رنگ سانپ سے لڑ رہا ہے اور عنقریب مار ڈالنے والا ہے۔ حاتم نے کالے سانپ کو للکارا اور کہا:

"اے موذی خبردار!" یہ سن کر وہ ڈرا اور چلا گیا۔ دوسرا سانپ بھاگنے کی تاب نہ رکھتا تھا درخت کے نیچے ٹھہر گیا۔ حاتم نے کہا:

"اے سانپ! جب تک تو بحال نہ ہوگا' میں کہیں نہ جاؤں گا۔" ذرا دیر بعد وہ توانا ہوا اور درخت پر چڑھ کر آدمی کی شکل اختیار کر گیا۔ حاتم کو تعجب ہوا۔ اتنے میں اس نے کہا:

"اے عزیز! میں جن کی قوم سے ہوں۔ اس شہر کا بادشاہ میرے باپ کا غلام ہے۔ ایک مدت سے یہ میری جان کا دشمن ہے۔ آج قابو پا کر مارا چاہتا تھا کہ اللہ نے تجھ کو میری حفاظت کے لیے بھیجا۔"

پھر وہ حاتم کو اپنے گھر لے گیا۔ صبح کو شاہ زادے نے اس غلام کی گردن ماری اور حاتم رخصت ہو کر شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ غرض وہ ڈھائی برس اور پندرہ دن کے بعد شاہ آباد میں داخل ہو کر سرائے میں اترا اور منیر شامی سے ملا۔ یہ خبر حسن بانو کو پہنچ گئی۔ اس نے فوراً حاتم کو بلوایا اور کہنے لگی:

"اے عالی ہمت جوان! تو بہت دنوں کے بعد آیا۔ کہہ کیا خبر لایا؟"

حاتم نے جو کچھ دیکھا اور بوڑھے مرد کی زبانی سنا تھا بیان کیا۔

حسن بانو یہ سن کر نہایت خوش ہوئی۔ کئی خوان میووں کے بھجوائے۔ حاتم نے منیر شامی کے ساتھ کھانا کھایا اور اس سے کہا "اب میں تھوڑے دنوں میں باقی

دوزخ میں نہ جانے دیں گے! اس کی جگہ دوزخ نہیں بلکہ جنت ہے!! چناں چہ وہ مجھے جنت کی طرف لے گئے۔ وہاں ایک بزرگ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس کو کیوں لائے؟ ابھی تو اس کی عمر کے دو سو برس باقی ہیں۔ اس کا ہم نام ایک اور ہے' اس کو لے آؤ۔ یہ سن کر وہی دونوں مجھ کو یہاں پہنچا گئے اور کہنے لگے کہ ہم وہی دو روٹیاں ہیں جو اللہ کے واسطے تو دریا میں ڈالتا تھا۔ اتنے میں مجھ کو ہوش آگیا۔ میں اللہ سے دعا کرنے لگا۔ جب صبح ہوئی تو دو روٹیاں دریا میں ڈالنے گیا کہ ایک سو دینار پانی سے نکل پڑے۔ میں ان کو اٹھا لایا اور شہر میں ڈھنڈورا پٹوایا کہ اگر کسی کا مال دریا میں گر پڑا ہو تو مجھ سے لے جائے۔ رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کہتا ہے:

"اے بندہ اللہ وہ دو روٹیاں تیرے کام آئیں۔ اللہ کا حکم ہے سو دینار تجھے ہر روز ملا کریں! تو ان میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر اور باقی سے اپنی گزر اوقات کر!" اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ سجدۂ شکر بجا لایا۔ پھر یہ عمارت بنوائی



اور اس کے دروازے پر یہ جملہ لکھوا دیا۔ مجھے اب اسی طرح سو دینار پہنچتے ہیں۔ میں مسافروں اور فقیروں کو دیتا ہوں اور یادِ الٰہی میں مشغول رہتا ہوں۔ اب سو برس میری عمر کے باقی ہیں اور اس عمارت کو بنے ہوئے سو برس ہو چکے ہیں۔ یہ سن کر حاتم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور تین روز اس کے پاس رہا۔ چوتھے دن اس بزرگ سے رخصت ہو کر شاہ آباد کی طرف چلا۔

تھوڑے دنوں کے بعد ایک جنگل میں جا پہنچا۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک کالا سانپ ایک خوش رنگ سانپ سے لڑ رہا ہے اور عنقریب مار ڈالنے والا ہے۔ حاتم نے کالے سانپ کو للکارا اور کہا:

"اے موذی خبردار!" یہ سن کر وہ ڈرا اور چلا گیا۔ دوسرا سانپ بھاگنے کی تاب نہ رکھتا تھا درخت کے نیچے ٹھہر گیا۔ حاتم نے کہا:

"اے سانپ! جب تک تو بحال نہ ہوگا' میں کہیں نہ جاؤں گا۔" ذرا دیر بعد وہ توانا ہوا اور درخت پر چڑھ کر آدمی کی شکل اختیار کر گیا۔ حاتم کو تعجب ہوا۔ اتنے میں اس نے کہا:

"اے عزیز! میں جن کی قوم سے ہوں۔ اس شہر کا بادشاہ میرے باپ کا غلام ہے۔ ایک مدت سے یہ میری جان کا دشمن ہے۔ آج قابو پاکر مارا چاہتا تھا کہ اللہ نے تجھ کو میری حفاظت کے لیے بھیجا۔"

پھر وہ حاتم کو اپنے گھر لے گیا۔ صبح کو شاہ زادے نے اس غلام کی گردن ماری اور حاتم رخصت ہو کر شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ غرض وہ ڈھائی برس اور پندرہ دن کے بعد شاہ آباد میں داخل ہو کر سرائے میں اترا اور منیر شامی سے ملا۔ یہ خبر حسن بانو کو پہنچ گئی۔ اس نے فوراً حاتم کو بلوایا اور کہنے لگی:

"اے عالی ہمت جوان! تو بہت دنوں کے بعد آیا۔ کہہ کیا خبر لایا؟"

حاتم نے جو کچھ دیکھا اور بوڑھے مرد کی زبانی سنا تھا بیان کیا۔

حسن بانو یہ سن کر نہایت خوش ہوئی۔ کئی خوان میووں کے بھجوائے۔ حاتم نے منیر شامی کے ساتھ کھانا کھایا اور اس سے کہا "اب میں تھوڑے دنوں میں باقی

سوالات بھی پورے کر دوں گا۔ قطعی پریشان نہ ہو۔ پھر حسن بانو کے پاس گیا اور کہنے لگا:

"اے حسن بانو اب کون سا سوال ہے؟ جلد بتا کہ میں اس کے لیے کمر بستہ ہو جاؤں۔"

حسن بانو نے کہا: "میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص جنگل میں کھڑا کہتا ہے کہ:

"کسی سے بدی نہ کر۔ اگر کرے گا، وہی پائے گا! اس کی خبر لا!"

کسی سے بدی نہ کر — ا

حاتم سوال سن کر چل نکلا۔ ایک مہینے کے بعد ایک ایسا پہاڑ نظر آیا جو آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ جب قریب پہنچا تو رونے چلانے کی آواز سنائی دی۔ اور آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک نوجوان خوش رو ایک سنگ مرمر کی سل پر آنکھیں بند کیے کھڑا ہے، اور درخت کی ڈالی پکڑے آہ و فغاں کر رہا ہے۔

حاتم نے اس سے پوچھا: "اے جوان، تو کیوں اس طرح آہ و زاری کرتا ہے؟"

اس نے آنکھیں کھول دیں اور بولا:

"تو کون ہے؟ مجھ سے کیا کام ہے؟"

حاتم نے کہا: "میں ایک بندۂ خدا ہوں۔ تو اپنا احوال بیان کر۔"

نوجوان بولا: "اے مسافر تو اپنی راہ لے۔ میرا حال سن کر کیا کرے گا۔ بہت سے آئے اور پوچھ کر چلے گئے۔ کسی نے میرے درد کا علاج نہ کیا۔"

پھر جب حاتم نے بہت اصرار کیا تو نوجوان نے اپنی داستان یوں شروع کی:

"اے درد مند، میں سوداگر ہوں۔ میرا قافلہ روم کو جاتا تھا۔ صبح کو اس پہاڑ پر آیا اور اس درخت کے نیچے پہنچا۔ یہاں ایک پری زاد کو دیکھ کر میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ وہ مجھ پر گلاب چھڑکنے لگی۔ جب مجھے ہوش آیا تو اٹھ کھڑا ہوا اور پوچھا:

"اے نازنین تو کون ہے؟"

اس نے کہا: "میں پری زاد ہوں۔ یہ پہاڑ اور قلعہ میرا ہے۔ میں تجھ سا آدمی چاہتی تھی سو آج خدا نے ملا دیا۔"

یہ باتیں سن کر میں ایسا دیوانہ ہوگیا کہ اپنے مال اور قافلے کو بھول گیا۔ غرض تین مہینے تک میں اس کے ساتھ رہا۔ ایک دن میں نے کہا: "اے پری، اس جنگل

کے بجائے آؤ شہر چلیں اور آرام سے رہیں۔" وہ راضی ہو گئی، مگر کہنے لگی کہ میں اپنے لوگوں سے ملاقات کر آؤں، لیکن خبردار تو میرے آنے تک یہاں سے کہیں نہ جانا۔ چناں چہ وہ سات دن میں آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔ مگر سات برس ہوئے ہیں وہ نہیں آئی۔ میں درختوں کے پتے کھا کر گزر کر رہا ہوں۔ کہیں جا بھی نہیں سکتا کہ اگر میری عدم موجودگی میں وہ آگئی تو کیا ہوگا؟"

حاتم یہ سن کر آبدیدہ ہوا اور بولا: "اگر اس کا کچھ نشان معلوم ہے تو بتاؤ۔"

اس نے کہا: "بس اتنا جانتا ہوں کہ وہ کوہ القا پر رہتی ہے اور اس کا نام الگن پری ہے۔"

حاتم نے کہا: "اے جوان! خاطر جمع رکھ۔ میں کوہ القا پر جاتا ہوں اور اسے تلاش کرتا ہوں۔"

اس کے بعد حاتم رخصت ہوا اور تھوڑے دنوں میں ایک اور پہاڑ پر جا پہنچا۔ اس پر جو چڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ میوہ دار درخت لہلہا رہے ہیں اور پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اس پر فضا مقام پر پہنچتے ہی حاتم کی آنکھ لگ گئی۔ شام کو چار پری زاد آئیں اور حاتم کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگیں یہ کون ہے؟ حاتم ان کی آواز سن کر چونک پڑا۔ پھر ان کے پوچھنے پر اس نے انھیں کوہ القا اور الگن پری کے بارے میں بتایا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگیں کہ الگن پری تو القا کے پہاڑ کی شہزادی ہے۔ بہرحال تجھے کوہ القا کی راہ دکھلا دیں گے۔

غرض رات وہ ان کا مہمان رہا اور صبح ہوتے ہی کوہ القا کا راستہ لیا۔ وہ اس کے ساتھ ہو لیں اور سات دن تک دن رات سفر کیا۔ آٹھویں دن ایک جگہ رک کر کہنے لگیں کہ اس سے آگے ہم نہیں جا سکتے کیوں کہ یہاں ہماری سرحد ختم ہوتی ہے۔ حاتم ان سے رخصت ہوا اور آگے چلا۔ ایک مہینے کے بعد ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک دوراہا تھا۔ رات وہیں رہا۔ دو چار گھڑی رات کی گزری کہ بستی کی طرف سے رونے کی آواز سنائی دی۔ حاتم ادھر چل پڑا جدھر سے آواز آ رہی تھی۔ کچھ دور جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک جوان بے اختیار رو رہا ہے۔



حاتم نے کہا: "تو کیوں رو رہا ہے؟"

جوان اس کی تسلی سے اور بھی دھاڑیں مار کر رونے لگا اور کہنے لگا: "میں سپاہی ہوں۔ روزگار کے واسطے نکلا تھا۔ راستہ بھول کر اس ملک میں آگیا۔ بستی والوں سے حاکم کا نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس شہر کا والی مسخر جادو کہلاتا ہے۔ یہ سن کر میں ڈرا اور جنگل کی طرف بھاگا۔ راہ میں ایک باغ دکھائی دیا۔ میں سیر کے خیال سے گھوڑے سے اتر پڑا۔ دو چار قدم ہی چلا ہوں گا کہ اتنے میں ایک غول پریوں کا نظر پڑا۔ میں سمجھا کہ کسی امیر کی بیگمات ہیں۔ لہٰذا وہاں سے پھرا، مگر ان سب نے دوڑ کر اپنی بی بی کو خبر کر دی۔ وہ مسخر جادو کی بیٹی تھی۔ چناں چہ وہ مجھ کو ایک مکان میں بلوا لے گئی۔ اتنے میں اس کا باپ باغ میں آگیا۔ میرے گھوڑے کو دیکھ کر پوچھنے لگا کہ یہ کس کا گھوڑا ہے؟ کسی نے ڈر کے مارے نہ بتایا۔ وہ آگے بڑھا۔ اب جو اس نے مجھے اپنی بیٹی کے پاس دیکھا تو بڑا برہم ہوا اور اپنی بیٹی کو مار ڈالنے کے ارادے سے جھپٹا، مگر بیٹی کی انا درمیان میں آگئی اور بولی کہ یہ جوان کسی شریف خاندان کا معلوم ہوتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس کے ساتھ شاہ زادی کی شادی

کردو۔ مسخر جادو کو یہ مشورہ پسند آیا، مگر کہنے لگا کہ پہلے یہ میرے تین قول پورے کرے۔

ایک تو یہ ایک جوڑا پری رو جانور کا لائے۔

دوسرے یہ کہ سرخ سانپ کا مہرہ لائے۔

تیسرے یہ کہ اپنے آپ کو کھولتے گھی کی کڑھائی میں ڈال دے اور سلامت نکل آئے۔

یہ سن کر میں گھبرایا اور اس جنگل میں بھاگ آیا۔ اب مارے بھوک پیاس کے اتنی طاقت نہیں جو اپنے وطن جاؤں اور نہ یہ قدرت کہ شرطیں پوری کروں۔"

حاتم نے کہا: "اے جوان میں یہ شرطیں پوری کر کے تیری شادی کرا دوں گا۔"

پھر حاتم نے سوچا کہ گیدڑ نے میرے زخموں کے واسطے پری رو جانور کا مغز ماژندران سے لا دیا تھا۔ لہٰذا اسی جنگل میں جانا چاہیے۔

چناں چہ حاتم چل پڑا۔ تھوڑی دور جاکر کیا دیکھتا ہے کہ ایک قلعے کے خندق کے گرد بہت سی لکڑیاں جمع کر کے لوگ آگ لگانا چاہتے ہیں۔ پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ ایک نہایت خطرناک جانور کہیں سے آتا ہے اور تین چار آدمی کھا جاتا ہے۔ حاتم سوچنے لگا کہ کسی طرح اس بلا کو ان غریبوں کے سر سے ٹالنا چاہیے۔ یہ سوچ کر سرائے میں آیا اور اس کے پاس میدان میں بڑا سا گڑھا کھدوایا اور سوکھی لکڑیوں سے پٹوا کر اس میں جا بیٹھا۔ جب خوب رات ہوگئی تو وہ جانور آیا۔ دیکھا کہ ایک پہاڑ سا چلا آتا ہے۔ جب نزدیک آیا تو حاتم نے اسے پہچان لیا کہ اس کا نام سمن ہے۔ آٹھ پاؤں اور سات سر رکھتا ہے۔ اس کا ایک سر ہاتھی کا سا ہے اور چھے سر شیر کے سے، جو سر ہاتھی کی شکل کا ہے اس میں نو آنکھیں ہیں۔ اگر بیچ کی آنکھ کسی ضرب سے پھوٹ جائے تو یقین ہے کہ بھاگے اور پھر اس طرف کا رخ نہ کرے۔ اتنے میں وہ منھ پھیلائے آپہنچا۔ لوگوں نے قلعے کے گرد آگ بھڑکا دی۔ وہ ادھر ادھر پھرنے لگا اور ایک آواز اس کے ہاتھی کے منھ سے ایسی نکلی کہ سب تھرا

گئے۔ یکایک وہ جانور حاتم کے پاس جا پہنچا۔ حاتم نے تاک کر ایک تیر ایسا مارا کہ بیچ کی آنکھ میں لگا۔ وہ خاک پر تڑپنے لگا۔ پھر اٹھ کر ایسا بھاگا کہ مڑ کر نہ دیکھا۔

حاتم اس غار سے نکلا اور باقی رات وہیں کاٹی۔ سب لوگ حاتم کے پاؤں پر گر پڑے۔ اور لاکھوں روپے اس کے آگے لاکر رکھ دیے۔ اس نے کہا میں یہ سب کیا کروں گا۔ اس کو فقیروں کو دے دو۔ یہ کہہ کر وہاں سے رخصت ہوا۔

راستے میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک سانپ نیولے سے لڑ رہا ہے، حاتم نے للکارا کہ اے جوانو! تم کیوں اپنی جانیں کھوتے ہو؟"

سانپ نے کہا: "اس نے میرے باپ کو مارا ہے۔"

نیولا بولا: "وہ میری خوراک تھا۔"

حاتم نے کہا: "اے نیولے اگر گوشت ہی کھانا ہے تو میں اپنے بدن کا گوشت دوں اور سانپ سے کہا کہ اپنے باپ کا بدلہ چاہتا ہے تو مجھے مار۔ یہ سن کر وہ دونوں لڑائی سے باز رہے۔ پھر نیولے نے کہا:

"اے شخص تو نے گوشت دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اب دے۔"

حاتم نے خنجر کمر سے کھینچا اور چاہتا تھا کہ اپنے جسم کا گوشت کاٹے کہ اتنے میں نیولا پکارا:

"اے جواں مرد! ٹھیر، یہ تو میں نے تیری آزمائش کے لیے کہا تھا۔"

یہ کہہ کر وہ دونوں انسان کی صورت ہو گئے حاتم نے حیران ہو کر کہا: "اے عزیزو، یہ کیا کہ تم ابھی جانور کی شکل تھے اور اب انسان ہوگئے؟"

نیولا بولا: "ہم دونوں جن قوم سے ہیں۔ اس کے باپ کو میں نے اس لیے مارا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ نہیں کرتا تھا اور یہ اس لڑکی کا بھائی ہے۔"

حاتم نے سانپ سے پوچھا: "وہ اپنی بہن کی شادی اس کے ساتھ کیوں نہیں کرتا؟"

اس نے کہا: "میں اس کی بہن سے شادی کرنا چاہتا ہوں، مگر یہ بھی راضی نہیں ہوتا۔ یہ مجھے قبول کرلے تو میں اسے قبول کروں۔"



نیولے نے کہا: "میرا باپ جیتا ہے وہ راضی نہیں ہوتا۔"

حاتم نے کہا: "اپنے باپ کے پاس مجھے لے چل۔" غرض وہ دونوں جن اور حاتم روانہ ہوئے، تھوڑی دور جا کر نیولے نے کہا: "میں اپنے محل جاتا ہوں، تو شہر آ۔ وہاں لوگ تجھے پکڑ کر میرے باپ کے پاس لے آئیں گے۔ چناں چہ حاتم نے ایسا ہی کیا اور جن اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔

اس بادشاہ کا نام ہیوز تھا۔ حاتم نے اسے سمجھایا کہ ان دونوں کی شادیاں کر دو۔ ہیوز کو حاتم کا مشورہ پسند آیا اور دونوں جنوں کی شادیاں ہو گئیں۔ تب حاتم ہیوز بادشاہ سے رخصت ہونے لگا۔ ہیوز نے کہا: "اس نیکی کے بدلے کچھ زر و جواہر لے لے۔"

حاتم نے کہا: "عوض لینا میرا کام نہیں۔"

اس نے کہا: "اگر تو مال و دولت نہیں لیتا تو میرا یہ عصا لے کہ اس میں کئی خوبیاں ہیں، اگر سانپ اور بچھو کاٹیں تو زہر اثر نہ کرے، اگر اس کے نیچے سو رہے تو تو آگ سے نہ جلے اور اگر کوئی جادو کرے تو اس کا بھی اثر نہ ہو، اگر دریا راستے

میں حائل ہو جائے تو اس عصا کو دریا میں ڈال دے یہ کشتی بن جائے اور بیڑا پار کرا دے اور ایک مہرہ دیتا ہوں، اگر راہ میں سیاہ یا سفید سانپ ملے تو اس مہرے کو اپنے منھ میں رکھ لے۔ زہر ہرگز اثر نہ کرے گا۔" حاتم ان دونوں چیزوں کو لے کر رخصت ہوا۔

کئی منزلوں کے بعد ایک بہت بڑا دریا ملا۔ حاتم نے ہیوز کا عصا دریا میں ڈال دیا۔ وہ کشتی بن گیا اور یہ اس پر سوار ہو کر چلا۔ جب بیچوں بیچ منجدھار میں پہنچا تو ایک گھڑیال دریا سے نکلا اور اس کو کھینچ کر سات کوس اندر تک نیچے لے گیا۔ جب اس کا پاؤں تہہ پر لگا تو آنکھیں کھولیں۔ اب جو دیکھا تو ایک گھڑیال پہاڑ کی طرح نظر آیا۔ حاتم گھبرایا۔

وہ عاجزی سے کہنے لگا: "اے جوان! یہ میرا مکان ہے۔ اس کو کیکڑے نے زبردستی چھین لیا ہے۔ اب تجھ سے امید لگائے ہوں کہ تو دلا دے۔"

حاتم نے کہا: "معلوم ہوتا ہے وہ تجھ سے بھی زبردست ہے۔"

گھڑیال بولا کہ میں کیا کہوں۔ تو خود ہی دیکھ لینا۔ ابھی چرائی کو گیا ہے۔ اتنے میں وہ منھ پھیلائے آ پہنچا۔

گھڑیال ڈر کر حاتم کے پیچھے جا چھپا اور وہ حاتم کو ایک قلعے کی طرح دکھلائی دیا۔ اس کا ایک ڈنک مشرق کو پہنچتا تھا اور دوسرا مغرب کو۔ کیکڑے نے گھڑیال کو دیکھا تو ایسا نعرہ مارا کہ وہ بید کی طرح کانپنے لگا۔ حاتم بھی گھبرایا، مگر اللہ کے بھروسے پر ہیوز کا عصا لے کر کھڑا ہو گیا۔ کیکڑا سہم گیا۔ حاتم نے کیکڑے کو سمجھایا کہ وہ گھڑیال پر ظلم نہ کرے، مگر وہ نہ مانا۔

حاتم نے کہا: "اے کافر اگر زندگی چاہتا ہے تو تکلیف دینے سے باز آ جا اور اس جگہ کو چھوڑ دے نہیں تو میں دھجیاں اڑا دوں گا۔"

یہ سنکر کیکڑا ہنسا اور کہنے لگا: "اس ضد پر تو میں اسے ہرگز نہ چھوڑوں گا بلکہ تجھے بھی..."

یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ اپنے ڈنک سے پکڑ کر حاتم کے دو ٹکڑے کر ڈالے، مگر

اتنے میں حاتم نے ہیوز کا عصا اس زور سے مارا کہ اس کے ڈنک کے دونوں ٹکڑے کھیرے کی طرح کٹ کر نیچے گر پڑے۔ کیکڑا ناچار جان لے کر بھاگا۔ گھڑیال اس کے پیچھے دوڑا۔

حاتم نے ڈانٹ کر کہا: "تو کہاں جاتا ہے اب اگر تو اسے کچھ دکھ دے گا تو میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔" یہ سن کر وہ ڈرا اور وہیں کھڑا رہا۔

حاتم آنکھیں بند کر کے اس بیڑے پر چڑھا اور دریا کے کنارے جا لگا۔ پھر ماژندران کی طرف روانہ ہوا اور اس کے قریب جا پہنچا۔ وہاں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر سوچنے لگا۔ اتنے میں رات ہو گئی اور وہ جو چرائی کو گئے تھے واپس ہوئے اور ایک درخت کے اوپر بیٹھ کر آپس میں کہنے لگے کہ آج کی رات ایک غریب پرور آدمی دوسرے کے واسطے اذیتیں اٹھاتا یہاں تک آیا ہے۔ ہم نے بزرگوں سے اس کا نام حاتم بن طے سنا ہے، ایسا نہ ہو کہ ہماری ملاقات سے محروم رہ جائے۔ یہ طے کر کے وہ سب آئے اور حاتم کے پاؤں پر گر پڑے۔

وہ ان کی صورت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیوں کہ منہ ان کا آدمی کا سا تھا اور بدن طاؤس (مور) کا سا۔ پھر وہ کہنے لگے کہ شاید کوئی شخص مسخر جادو کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو مسخر جادو نے ایک جوڑا ہمارا طلب کیا ہے۔

حاتم نے کہا: "یہ تم نے سچ کہا اگر تم ایک جوڑا دے دو تو بڑا احسان ہو گا۔"

یہ سن کر انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور پھر ان میں سے ایک اٹھا اور ایک جوڑا اپنے بچوں کا حاتم کو دے دیا۔ حاتم ان کو لے کر رخصت ہوا، اور مسخر جادو کے شہر کی طرف چل نکلا۔

ایک مدت کے بعد اس جوان تک پہنچا۔ وہ اس جوڑے کو دیکھ کر حاتم کے پاؤں پر گر پڑا۔ حاتم نے اسے گلے لگا لیا اور اپنے سفر کے تمام واقعات کہہ سنائے اور کہا کہ تو اسی طرح مسخر جادو کے سامنے تذکرہ کرنا اور کہنا کہ یہ جوڑا میں لایا ہوں۔

غرض وہ سپاہی اس جوڑے کو لے کر اسی طرح مسخر جادو کے پاس گیا۔ وہ اس



کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ تفصیلات پوچھیں۔ جوان نے حاتم سے سنی ہوئی بیان کر دیں۔ اس نے کہا اب جا اور سرخ سانپ کا مہرہ لا۔

جوان نے کہا: "اتنا بتا دے کہ وہ کہاں ہے؟

اس نے کہا: "بزرگوں سے سنا ہے کہ وہ کوہ قاف کے دشت سرخ میں ہے۔

چناں چہ جوان حاتم کے پاس آیا اور کہنے لگا: "اے عزیز اس نے سرخ سانپ کا مہرہ مانگا ہے۔" پھر اس نے جو سنا تھا وہ بتا دیا۔ حاتم اسے تسلی دے کر کوہ قاف کی طرف چلا۔ کئی منزلیں گیا تھا کہ ایک دن صبح کو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بچھو، ہفت رنگی مرغ کے برابر چلا جاتا ہے۔ حاتم نے ایسا بچھو کبھی نہ دیکھا تھا لہٰذا وہ ڈرا۔ بچھو کسی کونے میں چھپ گیا۔ اس جنگل کے پاس کئی گاؤں تھے۔ وہاں کے لوگوں نے جو مسافر کو دیکھا تو اس کی تواضع کی۔

حاتم کھانا کھا کر ایک درخت کے نیچے یاد الٰہی میں مشغول ہوگیا۔ اتنے میں بہت سی گائیں اور گھوڑے میدان میں جمع ہوئے اور تین چار چرواہے ان کے پاس سو رہے۔ رات گئے وہ بچھو پتھر تلے سے نکل کر گایوں کی طرف گیا اور اچھل کر

گائے کے سر پر ڈنک مارا۔ وہ تڑپ کر مرگئی۔ غرض اسی طرح سب کو مار ڈالا۔ پھر گھوڑوں کی طرف آیا۔ ان کا بھی چرواہوں سمیت کام تمام کیا اور پھر اسی پتھر کے نیچے جاکر چھپ گیا۔

جب صبح ہوئی اور گاؤں والے آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تمام گائیں اور گھوڑے مرے پڑے ہیں۔ ان کے چرواہے بھی مرے پڑے ہیں اور ان کے پیٹ سے نیلا پانی بہہ رہا ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اے مسافر تو کیوں کر زندہ رہا۔

حاتم بولا: "میں نے ایسا تماشا کبھی نہیں دیکھا یعنی سات رنگ کا ایک بچھو مرغ کے برابر پیدا ہوا اور یہ کام اسی نے کیا ہے۔"

اتنے میں وہ بچھو پھر پتھر کے نیچے سے نکلا اور ان کے سردار کے سر پر ڈنک مارا ۔ وہ تڑپنے لگا۔ بچھو نے جنگل کی راہ لی۔ حاتم اس کے پیچھے لگ گیا۔ تھوڑی دور جا کر ایک شہر نظر آیا۔ بچھو وہاں لوٹ پوٹ کر سانپ بن گیا۔ حاتم حیران ہوا۔ سانپ ایک بل میں جا بیٹھا۔ حاتم بھی قریب بیٹھ گیا جب رات ہوئی تو سانپ نکل کر شہر کی طرف چلا حاتم بھی پیچھے ہو لیا۔ سانپ شاہی محل میں نالی کے راستے گھس گیا اور بادشاہ کو ڈس کر وزیر کی حویلی میں چلا گیا۔ وہاں اس کے بیٹے کو کاٹ کر نکلا اور پھر اسی سوراخ میں جا چھپا۔

صبح کو شور مچا کہ رات کے وقت بادشاہ اور وزیر کے بیٹے کو سانپ نے ڈس لیا۔ اتنے میں شام ہوئی اور وہی سانپ پھر نکلا اور ایک طرف روانہ ہوا۔ حاتم بھی اس کی آنکھ بچائے ساتھ چلا۔ صبح ہوتے ہی ایک دریا پر پہنچا۔ وہاں شیر کی صورت ہوگیا۔ اتنے میں دس بارہ آدمی پانی پینے آئے ان میں ایک لڑکا چودہ پندرہ برس کا تھا۔ اس پر جا پڑا اور اس کو اٹھا کر ایک گوشے میں لے گیا۔ وہاں اس نے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا اور جنگل کی راہ لی۔

تھوڑی دور جاکر ایک خوب صورت عورت بن کر ایک راستے کے کنارے جا بیٹھا۔ حاتم حیران ہو کر ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ اتنے میں دو بھائی سپاہی زادے ادھر سے گزرے۔ وہ روپیا کما کر گھر جا رہے تھے۔ جب قریب پہنچے تو عورت رونے لگی۔ بڑے بھائی نے کہا اے نازنین کیوں روتی ہے۔ بولی میرا شوہر مجھے لیے گھر جاتا تھا کہ اتنے میں ایک شیر جنگل سے نکلا اور اسے اٹھا کر لے گیا۔ میں نہ باپ کے گھر کا راستہ جانتی ہوں اور نہ سسرال کی راہ پہچانتی ہوں۔ حیران ہوں کہ کیا کروں۔

بڑے بھائی نے کہا کہ اگر میرے ساتھ رہنا قبول کرے تو میں اپنے ساتھ لے چلوں۔ وہ راضی ہو گئی۔ چناں چہ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور آگے چلا۔ حاتم بھی پیچھے ہو لیا۔ تھوڑی دور جاکر عورت بولی:

"میں تین دن سے بھوکی پیاسی ہوں' اگر کھانا نہیں تو کم از کم پانی تو مل جائے۔"

یہ سن کر اس نے ایک درخت کے نیچے بٹھلا دیا اور چھوٹے بھائی سے کہا اس کا خیال رکھ۔ میں ذرا پانی لے آؤں۔ اس کے جاتے ہی عورت نے چھوٹے بھائی سے کہا:

"میں نے تو محض تیری وجہ سے اس کے ساتھ رہنا قبول کیا تھا۔ بس تو مجھے



اپنی خدمت میں رکھ لے۔"

وہ کہنے لگا: "تم ہماری ماں بہن کی جگہ ہو۔ یہ مجھ سے نہ ہوگا۔"

یہ سن کر جل گئی۔ کہنے لگی کہ "میں تجھ پر تہمت لگا دوں گی۔" چناں چہ ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں بڑا بھائی پانی لے کر آگیا۔ اسے دیکھتے ہی عورت نے اپنے بال نوچنا شروع کر دیے اور چلانے لگی۔ اس نے نزدیک آکر پوچھا کہ کیا ہوا؟ تب وہ بولی:

"تیرے جاتے ہی تیرا چھوٹا بھائی بولا کہ تو مجھے قبول کیوں نہیں کرتی؟"

یہ سنتے ہی بڑا بھائی غصے سے کانپنے لگا اور چھوٹے بھائی سے کہا کہ یہ تو نے کیا کیا؟ اس نے ہرچند قسمیں کھائیں مگر بڑے بھائی کو یقین نہ آیا اور اس نے چھوٹے بھائی کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ سینے تک پہنچی اور چھوٹے بھائی نے بھی ایسا خنجر مارا کہ اس کے پیٹ سے ناف تک چر گیا۔ دونوں زخمی ہو کر گر پڑے اور ختم ہوگئے۔

اتنے میں وہ عورت بھینس ہو کر آگے بڑھی۔ حاتم بھی اس کے پیچھے لگ گیا۔ وہ ایک گاؤں میں پہنچی۔ لوگ اس کو پکڑنے دوڑے۔ اس نے کتنوں کو لاتوں سے مار ڈالا اور کتنوں کو سینگوں سے لہو لہان کر دیا۔ پھر ایک جنگل میں جاکر بوڑھے مرد کی شکل اختیار کر لی۔ حاتم پکارا اے پیر مرد ذرا ٹھیر جا۔ وہ رک گیا اور بولا:

"اے حاتم تو خوش تو ہے؟"

حاتم نے کہا: "تم میرے نام سے کیوں کر واقف ہے؟"

وہ بولا: "میں تو تیرے باپ کا نام بھی جانتا ہوں۔ خیر پوچھ کیا پوچھتا ہے؟"

آخر حاتم نے جو کچھ دیکھا تھا، اس کے بارے میں پوچھا۔ وہ ہنسنے لگا اور بولا تجھے بھی اسی طرح ایک دن کھاؤں گا۔

حاتم نے کہا جب تک یہ بھید نہ کہے گا میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ تب پیر مرد نے مجبور ہو کر کہا کہ میرا نام ملک الموت ہے۔ جس طرح سے حکم ہوتا ہے اسی طرح سے ہر ایک کی جان قبض کرتا ہوں۔

حاتم نے کہا: "میری اجل کب ہے" اس نے کہا: "ابھی تو تیری عمر آدھی بھی

نہیں ہوئی۔ جب پچاس برس کا ہوگا تو بلندی سے گر پڑے گا اور تیری ناک سے اتنا لہو جاری ہوگا کہ تو مرجائے گا۔ بہر حال ابھی تیری عمر بہت باقی ہے۔ اس عرصے میں جو نیکی کا کام تیرے ہاتھ سے ہو اس میں کوتاہی نہ کر۔"

یہ سن کر حاتم سجدہ شکر بجا لایا۔ اب جو سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہ بوڑھا غائب ہے۔ لہٰذا اس نے دشت سرخ کا راستہ پکڑا۔

کسی سے بدی نہ کر — ۲

حاتم ایک مدت کے بعد زمین سیاہ پر جا پہنچا۔ وہاں کے کالے سانپ آدمی کی بو پا کر چاروں طرف سے دوڑ پڑے۔ حاتم ہیوز کے نیزے کو گاڑ کر اس کے نیچے بیٹھ گیا۔ سانپوں نے اس کے گرد حلقہ بنا لیا۔ رات بھر یہی حال رہا۔ صبح ہوتے ہی وہ سب جہاں سے آئے تھے وہاں چلے گئے۔ حاتم آگے بڑھا اور زمین سفید پر جا پہنچا۔ وہاں سفید سانپ بھی اسی طرح ساری رات اس کے گرد بیٹھے رہے۔ فجر کے ہوتے ہی سب سانپ چلے گئے۔

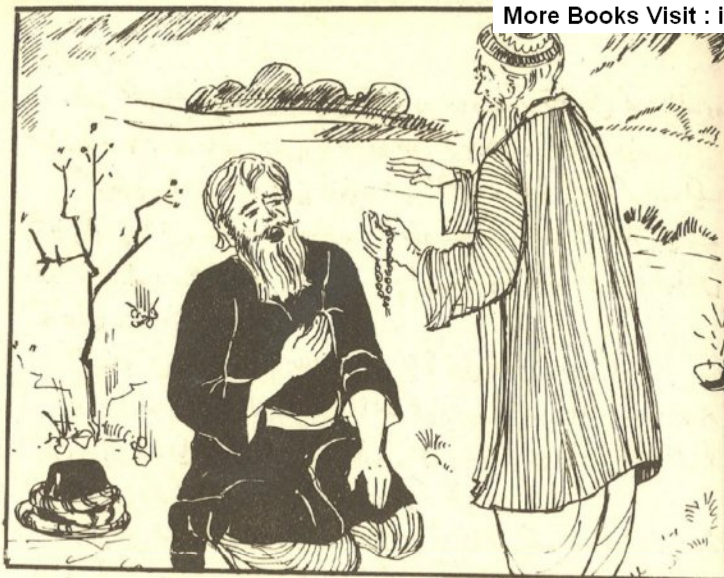
حاتم روانہ ہوا۔ زمین سبز پر جا پہنچا۔ وہاں بھی یہی حال ہوا، صبح کو پھر روانہ ہوا اور زمین سرخ پر جا پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ زمین شنگرف سے بھی زیادہ سرخ ہو رہی ہے۔ چند قدم چلا تھا کہ چلنے کی طاقت نہ رہی۔ پیاس کے مارے برا حال ہو گیا۔ سوچنے لگا کہ شاید اسی جگہ میری موت لکھی ہے، ہمت کر کے آگے بڑھا۔ دو تین کوس گیا ہو گا کہ پیروں میں چھالے پڑ گئے۔ بے اختیار گر پڑا۔ گرتے ہی تمام بدن میں زخم پڑ گئے۔ اتنے میں ایک پیر مرد نمودار ہوا اور حاتم کو اٹھا کر کہنے لگا:

"اے حاتم! یہ وقت ہمت ہارنے کا نہیں۔ خرس کی بیٹی نے جو مہرہ تجھے دیا تھا اس کو منہ میں رکھ لے۔"

حاتم نے یہی کیا، زمین کی گرمی اور پیاس کی شدت فوراً دور ہو گئی۔ حاتم اس پیر مرد کے پاؤں پر گرا اور کہنے لگا: "اس گرمی کا کیا سبب ہے؟"

اس نے کہا: "یہ گرمی سرخ سانپ کے زہر کی ہے۔ اس زمین سے اسی کے منہ کی تپش نکلتی ہے اس لیے زمین کا رنگ لال ہے ورنہ پہلے سبز تھی۔

یہ سن کر حاتم آگے بڑھا۔ مہرے کی بدولت گرمی نے اس پر اثر نہ کیا۔ ابھی آدھی دور پہنچا تھا کہ سرخ سانپ پھنکارے مارتا اس زور شور سے نکلا کہ منہ کے شعلے آسمان تک پہنچتے تھے اور اس کا پھن چٹان کے برابر تھا۔ قد اس کا تاڑ کے برابر



تھا اور اس کی ناک سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے جو کوسوں دور تک ہر چیز کو جلا دیتے تھے۔ آخر سانپ کی نظر حاتم پر پڑی۔ پھن پھنا کر لپکا اور منہ سے شعلے چھوڑنے لگا۔ مگر ہیوز کے نیزے کی وجہ سے زہر کا اثر نہ ہوا۔ حاتم محفوظ رہا۔ رات اسی طرح گزری۔

صبح کے وقت مہرہ سرخ سانپ کے لبوں پر آ رہا۔ حاتم نے دیکھا کہ سرخ سانپ کے لب پر ایک سرخ غلہ چمک رہا ہے۔ نیزے کو ہلایا تو وہ اپنا سر زمین پر پٹخنے لگا۔ غرض ادھر سورج نکلا ادھر وہ مہرہ اس نے منہ سے اگل دیا اور اپنے غار میں چلا گیا۔ حاتم مہرے کے نزدیک آیا، مگر ڈرا کہ ہاتھ نہ جل جائے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پگڑی سے کپڑا پھاڑا اور اس کے اوپر ڈال دیا جب کپڑا نہ جلا تب ہاتھ بڑھا کر وہ مہرہ اٹھا لیا اور پگڑی میں باندھ لیا۔ گرمی جاتی رہی، اور زمین سرد ہو گئی۔ یہ مہرہ تیس برس بعد پیدا ہوتا ہے اور اس کی ہزاروں خصوصیات ہیں۔ پھر حاتم وہاں سے آگے

روانہ ہوا۔

قصہ مختصر حاتم اس جوان کے پاس آپہنچا اور مہرہ دے کر تمام حال کہہ سنایا۔ وہ مہرہ لے کر حاتم کے ساتھ شہر میں آیا اور وہ مہرہ مسخر جادو کے آگے رکھ دیا۔

مسخر جادو نے اس کو ہر طرح آزمایا۔ جب مطمئن ہو گیا تو کہنے لگا کہ اب ایک شرط باقی ہے۔ اس نے کہا بہت بہتر۔ مسخر جادو نے ایک لوہے کا کڑھاؤ گھی سے بھروا کر چولھے پر رکھوا دیا اور سات روز تک اس کے نیچے آگ جلتی رہی تب اس نے جوان سے کہا:

"اب تو اس میں کود۔ اگر سلامت نکل آیا تو تیری شادی کر دوں گا۔"

جوان ڈرا۔ حاتم نے دلاسا دیا اور کہا اللہ کو یاد کر۔ یہ کہہ کر حاتم نے وہ مہرہ جو خرس کی بیٹی نے دیا تھا اپنی پگڑی سے نکال کر اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اس کو اپنے منہ میں رکھ کر بلا کھٹکے کود پڑ اور غوطے مار کر نکل آ۔"

جوان اس مہرہ کو منہ میں ڈال کر کڑھاؤ میں کود پڑا اور ایک غوطہ مارا۔ اس نے کھولتے گھی کو ٹھنڈا پایا۔ ادھر ادھر پھرنے لگا اور گھی کو اپنے بدن پر ملنے لگا۔ مسخر جادو نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔

حاتم نے کہا: "اب اپنا وعدہ پورا کر۔"

یہ سن کر اس نے جوان کو گلے لگا لیا اور اپنی بیٹی کی شادی اس جوان سے کر دی۔ تب حاتم رخصت ہوا۔ جوان اس کو دعائیں دینے لگا۔ حاتم نے اپنا مہرہ اس سے لے لیا اور کوہ القا کا راستہ پکڑا۔ کئی رات دن چلا گیا۔ آخر ایک دن کوہ القا کے قریب جا پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک پہاڑ آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ حاتم فکر مند ہو کر وہیں بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک گروہ پری زادوں کا جاتا دکھائی دیا۔ حاتم اس کے پیچھے دوڑا، مگر وہ غول نظروں سے غائب ہو گیا۔ اتنے میں ایک بہت بڑا غار دکھائی دیا۔ اس کے دہانے پر ایک چکنا پتھر تھا۔ حاتم سوچنے لگا کہ اس غار میں کس طرح جاؤں۔ آخر یہ سوجھی کہ اسی پتھر پر پھسلتا ہوا چلا جائے۔

چناں چہ یہی کیا اور صبح سے شام تک لڑھکتا چلا گیا۔ جب پاؤں تہہ پر لگے تو

آنکھیں کھول کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک میدان نہایت وسیع اور پر فضا ہے۔ دیکھتے ہی اس کا دل کھل گیا۔ سوچنے لگا کہ وہ پری زاد کدھر گئے۔ دو چار قدم آگے بڑھا کہ ایک عالی شان عمارت نظر پڑی۔ یہ خیال کر کے چل پڑا کہ یہاں لوگ رہتے ہوں گے۔ اتنے میں پری زادوں نے اسے دیکھ لیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر دوڑے اور قریب آکر کہنے لگے کہ:

"آدم زاد! یہ مکان تیرے لائق نہیں تو یہاں کیوں کر آگیا؟"

وہ بولا: "اللہ ہادی اور رہنما ہے۔ لے آیا۔ میں نے دور سے تم کو دیکھا تھا میں دوڑا مگر تم لوگ غائب ہو گئے۔ اتفاق سے میں بھی اسی طرف چل پڑا جدھر تم گئے تھے۔ اتنے میں ایک غار دکھائی دیا۔ چناں چہ میں پتھر پر سے پھسلتا ہوا یہاں تک آپہنچا۔ اب یہ بتاؤ کہ اس پہاڑ کا کیا نام ہے اور یہ باغ کس کا ہے؟"

وہ بولے: "پہاڑ کا نام القا ہے اور یہ باغ ملکہ الگن پری کا ہے۔ ہم اس کے نگہبان ہیں۔ شاید برسوں تک وہ بھی سیر کو آئے، مگر اے جوان، تجھے باغ میں کیسے رہنے دیں۔ ہم کو تیری جوانی پر رحم آتا ہے۔"

حاتم نے کہا: "میرا کوئی ٹھکانہ نہیں کہاں جاؤں؟ یہ تو میری خوش نصیبی ہے کہ جس کے واسطے اتنی تکلیفیں اٹھائیں اس سے اتنی جلدی ملاقات ہو جائے گی۔"

یہ سن کر انھوں نے پوچھا۔

"تجھے اس سے کیا کام ہے؟"

حاتم نے کہا: "انسان پری کا طالب ہے اور پری انسان کی طالب۔"

وہ کہنے لگا: "شاید تو دیوانہ ہے جو یہاں آگیا۔"

غرض وہ غصے سے اس کی طرف دوڑے۔ وہ سر جھکائے چپکا کھڑا رہا۔ تب وہ آپس میں ہنس کر کہنے لگے کہ یہ عجیب آدمی ہے نہ ڈرتا ہے نہ بھاگتا ہے، نہ لڑتا ہے۔ ایسے آدمی کو کوئی کیوں کر مارے۔ پھر انھوں نے حاتم سے کہا:

"اے جوان، ہم اہل مروت ہیں اگر الگن پری کو دیکھنے کا شوق ہے تو ہم تجھے کسی گوشے میں چھپا دیں گے۔"

غرض وہ حاتم کو ایک کونے میں لے گئے۔ طرح طرح کے کھانے کھلائے۔ تین روز کے بعد پوچھا کہ اے جوان سچ کہہ کہ تیرے آنے کا سبب کیا ہے۔

حاتم نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ انھوں نے کہا: "اے آدم زاد! ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ تیرا احوال جا کر اس سے کہیں۔ ہم تجھے باندھ کر اس کے سامنے لے جائیں گے پھر جو تیری زبان پر آئے عرض کر دینا۔

غرض ایک دن الگن پری اس باغ میں آگئی۔ سب اس کے استقبال کو آئے اور آداب بجا لائے۔ الگن پری تخت پر بیٹھ گئی۔ پھر پری زادوں نے حاتم کو جھروکے کے پاس بٹھلا دیا اور کہا کہ دیکھ وہ جو تخت زریں پر دھانی جوڑا پہنے غرور وناز سے بیٹھی ہے وہی الگن پری ہے۔"

حاتم دیکھتے ہی بے ہوش گیا۔ جوان کو بھول بیٹھا اور خود ہی اس پری کو پسند کرنے لگا۔ اس طرح تین دن گزر گئے۔ رات کے وقت آنکھ لگ گئی تو ایک آواز



سنائی دی کہ اے حاتم اس منھ پر تو نے اللہ کی راہ میں کمر باندھی ہے کہ غیر کی امانت میں خیانت کرے۔ یہ سنتے ہی وہ چونک کر توبہ کرنے لگا۔

پھر پری زادوں سے کہا کہ میں کب تک انتظار کروں۔ انھوں نے جب شاہ زادی کو خوش دیکھا تو حاتم کے ہاتھ باندھ کر باغ میں لے آئے۔ پھر ایک نے ملکہ کے حضور جاکر عرض کی کہ ایک آدم زاد یہاں آگیا تھا۔ ہم اس کو باندھ کر لے آئے ہیں۔ ملکہ نے کہا کہ اس کو حضور میں لے آؤ۔ جوں ہی وہ لے آئے تو حاتم کو دیکھتے ہی اس جوان کو بھول گئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی کرسی پر بٹھلایا۔ پھر پوچھا:

"اے جوان، کیا نام ہے تیرا؟"

اس نے کہا: "میں طے کا بیٹا ہوں، یمن سے آیا ہوں، حاتم نام ہے میرا۔"

نام سن کر وہ تخت سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی کہ میں نے بھی تیرا نام سنا ہے۔ بڑی مہربانی کہ یہاں تشریف لائے۔ آنے کا سبب کیا ہے۔ کیوں زحمت اٹھائی؟

حاتم نے اس جوان کا قصہ بیان کیا جو الگن پری کا منتظر تھا۔

یہ سن کر وہ ناراض ہوگئی۔ کہنے لگی کہ وہ جوان میرے لائق نہیں۔ حاتم نے بڑی منت کی مگر وہ نہ مانی۔ حاتم نے کہا کہ خیر میں بھی تیرے دروازے پر فاقے کر کے مر جاؤں گا اور میرا خون تیری گردن پر ہوگا۔ یہ کہہ کر اٹھا اور ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا۔ دانہ پانی چھوڑا اور اسی صورت سے سات دن گزر گئے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ:

"اے حاتم یہ الگن پری ہے اسے کسی کی پروا نہیں۔ تو پہلے اس سے کہہ کر اس جوان کو بلوا لے اور وہ مہرہ جو خرس کی بیٹی نے تجھے دیا ہے اس کو دے کہ اپنے منھ میں رکھ کر غرغرا کرے اور پیالے میں ڈال کر کسی طرح اس پری کو پلا دے۔ پھر اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھ۔" یہ سن کر حاتم چونک پڑا۔

اتنے میں صبح ہوگئی۔ الگن پری اس کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ تو نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا؟"

حاتم نے کہا: "تو اس کو بلوا کر دیکھ۔ وہ ایک نظر تیرا دیدار تو کر لے۔"

اس پر وہ راضی ہو گئی اور اپنے پری زادوں کو بھیج کر اس جوان کو بلوالیا۔ ملکہ نے اسے اپنے پاس بٹھالیا۔ جوان اس کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا۔ شاہ زادی نے اس پر گلاب چھڑکا تب اسے ہوش آیا۔

غرض وہ دن یوں ہی گزرا۔ شام کے وقت اس نے پریوں سے کہا مجلس آراستہ کرو۔ پریاں ناچنے لگیں حاتم اور وہ جوان بھی بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے، لیکن الگن پری اس جوان کی طرف متوجہ نہ ہوئی۔ حاتم نے اس جوان سے کہا کہ تو اس مہرہ کو پانی میں رگڑ کر منہ میں لے اور پینے کا پانی جس مٹکے میں رکھا ہے اس میں کلی کر دے اور چپکے سے بیٹھ رہ۔"

جوان اس کام میں مشغول ہوا۔ حاتم نے دیکھا کہ جوان نے اپنا کام کر لیا تو ملکہ سے کہا اس جوان کو تھوڑا سا شربت پلاؤ۔ پری نے شربت تیار کرنے کا حکم دیا۔ حاتم خود ہی کھڑا ہو گیا اور اپنے ہاتھ سے شربت تیار کر کے شاہ زادی کے سامنے لے آیا اور کہا کہ پہلے آپ تھوڑا سا پی لیں، پھر سب پئیں گے۔ ملکہ نے شربت کا پیالہ لے لیا اور دو گھونٹ پیتے ہی وہ جوان پر مہربان ہو گئی۔

حاتم سے کہنے لگی: "نہیں جانتی کہ یہ کیا ہوا، مگر اب تو میں بھی اس جوان کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں تیرا کہا مانتی ہوں، مگر والدین کی اجازت ضروری ہے۔" یہ کہہ کر وہ القا کی طرف گئی اور جب والدین کی اجازت مل گئی تو اس نے حاتم اور اس جوان کو باغ میں بلا بھیجا۔ پھر اپنی رسموں کے مطابق الگن پری کی اس جوان سے شادی ہو گئی۔

سات روز بعد حاتم رخصت ہونے لگا تو پری نے پوچھا کہ اب کہاں کا قصد ہے۔؟ اس نے کہا:

"کوہ احمر کا۔" پری نے کہا: "میں ایک ہی دن میں تمھیں وہاں بھجوائے دیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے پری زادوں سے کہا کہ تم حاتم کو ایک تخت پر بٹھلا کر وہاں

پہنچا آؤ۔ چناں چہ وہ اس کو تخت پر بٹھلا کر اڑے۔ رات کے وقت وہاں پہنچے۔

حاتم نے ان سے کہا: "مجھ کو یہیں چھوڑ دو اور تم رخصت ہو۔"

حاتم اس آواز پر چل نکلا اور اسی درخت کے پاس جا پہنچا جہاں سے وہ آواز آتی تھی۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک مرد لوہے کے پنجرے میں قید ہے۔ حاتم اس سے پوچھنے لگا:

"اے بزرگ یہ آواز تیرے منہ سے ہر گھڑی کیوں نکلتی رہتی ہے۔ اور وہ کون ہے جس نے تجھے اس پنجرے میں بند کر کے لٹکا دیا ہے؟"

بوڑھے نے ایک آہ کھینچی اور کہا: "میں احمر کا سوداگر ہوں۔ جس وقت میں پیدا ہوا تھا اس وقت یہ ملک میرے باپ نے میرے نام سے آباد کیا تھا۔ جب میں بڑا ہوا باپ کسی ملک میں تجارت کے واسطے گیا۔ میں بڑا فضول خرچ تھا۔ جو زر و جواہر باپ نے دیا تھوڑے ہی دنوں میں اڑا دیا اور محتاج ہو گیا اور میرا باپ اسی سفر میں مر گیا۔ چند روز بعد بازار میں ایک جوان کو دیکھا جو یہ کہتا تھا کہ جس کسی کا زر و جواہر کھو گیا ہو یا زمین میں گڑا ہو میں اپنے علم سے اسے نکال دیتا ہوں۔ لیکن اس شرط پر کہ چوتھائی حصہ مجھ کو دے۔ میں نے اس کی بات مان لی اور اسے اپنے گھر لا کر ایک جگہ دکھلائی۔ اس نے زر و جواہر نکالا۔ میں چوتھائی حصہ نہ دینے کا بہانہ کرنے لگا اور اپنے قول سے پھر گیا۔ اس نے جب اصرار کیا تو میں نے برہم ہو کر اس کے طمانچے مارے اور بھگا دیا۔ وہ روتا پیٹتا چلا گیا۔ بہت دنوں کے بعد پھر آیا اور مجھ سے دوستی پیدا کی۔ ایک دن کہنے لگا کہ جو کچھ زمین میں گڑا ہوا ہے وہ سب مجھے نظر آتا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ عمل مجھے بھی سکھا دے۔ اس نے کہا بہت آسان ہے۔ ایک سرمہ ایسا ہے کہ جو کوئی اسے لگا لے اسے تمام چھپا ہوا مال نظر آنے لگے۔ میں نے کہا کہ یہ سرمہ میری آنکھوں میں لگا دے۔ اس نے کہا کہ میرے ساتھ جنگل میں چل۔ چناں چہ میں اس کے ساتھ جنگل میں آیا اور اس پنجرے کو دیکھ کر حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ پنجرا کس کا ہے۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اس درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور ایک ڈبیا سرمے کی نکال کر ایک سلائی

میری آنکھوں میں پھیر دی۔ میں فوراً اندھا ہو گیا۔ میں چلایا۔ ارے یہ تو نے کیا کر دیا۔ مجھے اندھا کر دیا۔

وہ بولا: "جھوٹوں اور بد عہدوں کی یہی سزا ہے۔ اگر بصارت چاہتا ہے تو اس پنجرے میں بیٹھ اور یہ جملہ کہتا رہ کہ بدی مت کر کسی سے۔ اگر کرے تو وہی پائے گا۔"

میں نے پوچھا: "تیری آنکھوں کا علاج کیا ہے؟"

اس نے کہا: "بہت دنوں کے بعد جوان حق پرست ادھر آئے گا۔ تو اس سے اپنا احوال کہنا۔ وہ کہیں سے نوریز گھاس لا کے تیری آنکھوں میں اس کا پانی ڈال دے گا۔ تیری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔"

بس اسی امید پر تیس برس سے اسی پنجرے میں بیٹھا ہوں اور اس کی راہ تکتا ہوں۔ اس عرصے میں بہت سے آئے اور پوچھ کر چلے گئے۔ کسی نے میری تکلیف دور نہ کی۔"

حاتم نے کہا: "اب فکر نہ کر۔ یہ کام میں کروں گا۔"

ادھر پری زاد جو حاتم کو یہاں پہنچا گئے تھے جب واپس آئے تو الگن پری ان پر ناراض ہوئی اور کہنے لگی کہ وہ اس کام سے فارغ ہو جاتا تب اسے گھر پہنچا کر آتے۔ اب اسی میں تمھاری خیر ہے کہ اس کو اس کے گھر پہنچا کر آؤ۔ ورنہ بری طرح پیش آؤں گی۔"

چناں چہ وہ دوڑے اور حاتم کے پاس آ گئے۔ اپنی سرگزشت بیان کی اور پوچھا کہ آپ کا قصد کدھر کا ہے؟

اس نے کہا: "جہاں نوریز گھاس ہے وہاں جانا چاہتا ہوں۔"

وہ بولے: "ہم تم کو اس جنگل کے قریب پہنچا دیں گے، مگر وہاں نہ جائیں گے۔ اگر تم سلامت واپس ہوئے تو تمھیں تمھارے شہر پہنچا دیں گے۔ ورنہ جو تم پر گزرے گی ملکہ سے عرض کر دیں گے۔"

حاتم نے پوچھا: "آخر اس کا سبب کیا ہے؟"

وہ بولے: "صاحب! جس وقت وہ گھاس زمین سے نکلتی ہے اس وقت سارے جنگل کے پھول چراغ کی طرح روشن ہو جاتے ہیں اور ہزاروں جانور کیا سانپ، کیا بچھو، کیا چرندے، کیا پرندے، کیا درندے اس گھاس کے گرد آکر جمع ہو جاتے ہیں۔ اس واسطے وہاں کسی کا گزر نہیں۔"

حاتم نے کہا دیکھو قسمت میں کیا ہے۔

چناں چہ ایک پری زاد نے حاتم کو کندھے پر بٹھا لیا اور باقی ساتھ ہو لیے۔ غرض ساتویں دن اس جنگل کے قریب پہنچے۔ ایک وسیع میدان نظر آیا۔ حاتم نے پوچھا کہ وہ گھاس کہاں ہے۔ وہ بولے کہ اس کے اگنے کا وقت قریب ہے۔ دو چار روز میں نکلے گی۔ لہٰذا حاتم اور وہ پری زاد اس جنگل میں رہے۔

ایک دن وہ گھاس نمو دار ہوئی۔ تمام پھول چراغوں کی طرح روشن ہو گئے۔ سارا جنگل خوش بو سے مہک اٹھا۔ ہر طرح کے جانور اس کے گرد جمع ہو گئے اور ایک حلقہ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ حاتم نے پری زادوں سے کہا تم یہیں رہو اور خود وہ مہرہ منھ میں رکھ کر اس جنگل میں چلا گیا اور دو تین پتے گھاس کے اور کئی پتیاں پھولوں کی لے کر خیریت سے واپس آ گیا۔

پری زاد حیران رہ گئے غرض پھر اسی طرح سے حاتم کو اس بوڑھے کے پاس پہنچا دیا۔ وہ اسی حالت میں پڑا تھا۔ حاتم نے دو تین قطرے اس گھاس کے اس بوڑھے کی آنکھوں میں ڈال دیے۔ پہلے تو اس کی آنکھیں ابل آئیں۔ پھر نیلگوں ہو گئیں پھر پانی سوکھ گیا اور کٹورا سی ہو گئیں۔ وہ حاتم کے پاؤں پر گر پڑا۔ حاتم نے بھی اسے گلے لگایا۔

پیر مرد نے کہا: "اے جوان! میرے گھر میں بہت سا زر و جواہر ہے تو وہاں چل اور جس قدر چاہے اس میں سے لے لے۔"

حاتم نے کہا: "مجھے زر و جواہر درکار نہیں تیرا مال لے کر میں کیا کروں گا؟"

یہ کہہ کر وہ پیر مرد سے رخصت ہو اور پری زادوں کے کندھے پر سوار ہو کر دس روز بعد شہر شاہ آباد میں آیا۔

تب پری زادوں نے کہا: "آپ اپنی مہر سے ایک رسید لکھ دیجئے تاکہ ہم شاہ زادی کو دیں کہ ان کی دل جمعی ہو۔"

حاتم نے خیریت سے پہنچنے کا ایک خط لکھ دیا اور ان کے حوالے کیا۔ وہ ادھر اڑے اور یہ شہر میں داخل ہوکر کارواں سرائے میں آیا اور منیر شامی سے ملا۔ دو چار گھڑی حسن بانو کے گھر آئے۔ تمام واقعات بیان کیے۔ حسن بانو نے اس کی دعوت کی تیاری کی۔ دستر خوان بچھوا دیا۔ طرح طرح کے کھانے چنوا دیے۔ انھوں نے ہنسی خوشی نوش جاں کیا اور رات کو وہیں آرام کیا۔ صبح کو حاتم نے پوچھا:

"اے حسن بانو اب کون سا سوال ہے۔"

اس نے کہا ایک شخص کہتا ہے کہ:

"سچ کو ہمیشہ راحت ہے۔"

"وہ کیا سچ بولا ہے اور کیا راحت پائی ہے؟ اس کی خبر لا۔"

حاتم نے کہا: "تم جانتی ہو کہ وہ کس طرف ہے؟"

حسن بانو بولی: "میں نے اپنی دائی سے سنا ہے کہ شہر قرم میں ہے۔ پر یہ نہیں جانتی کہ وہ شہر کس طرف کو ہے۔" حاتم نے کہا "خیر اللہ یہ مشکل بھی آسان کرے گا۔"

سچ کہنے والے کے لیے ہمیشہ راحت ہے

حاتم روانہ ہوا اور کئی منزلوں کے بعد دامن کوہ میں پہنچا۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ دریا خون سے بھرا ہوا ہے۔ حیران ہو کر ادھر چلا جدھر سے دریا آرہا تھا۔ اتنے میں ایک بڑا سا درخت نظر پڑا۔ جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ ہر ڈالی میں انسانوں کے سر لٹک رہے ہیں۔ اس کے نیچے ایک تالاب لبا لب بھرا ہوا ہے اور اس کا پانی جنگل کی طرف چلا جاتا ہے۔ حاتم درخت کے قریب بیٹھ گیا۔ لٹکے ہوئے سر بے اختیار قہقہے لگانے لگے۔ حاتم حیران ہوا کہ کٹے ہوئے سر ہنستے ہیں اور ان سے خون کے قطرے ٹپک ٹپک کر اسی تالاب میں گرتے ہیں اور پانی خون آلود ہو کر دریا میں چلا جاتا ہے۔

اتنے میں اس کی نظر اس سر پر پڑی جو سب سے اوپر تھا۔ دیکھتے ہی بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش آیا تو دل میں ٹھان لی کہ اس بھید کو دریافت کر کے رہوں گا۔ اتنے میں رات ہوگئی۔ یہ ایک کونے میں چھپ رہا۔ تمام سر ٹہنیوں سے چھوٹ کر تالاب میں گر پڑے۔ تالاب میں ایک بیٹھنے کی جگہ تھی۔ اس پر فرش بچھایا گیا اور ایک تخت زریں رکھا گیا' پھر پریاں نکلیں' ایک پری تخت پر بیٹھی۔ یہ وہی تھی جس کا سر سب سے اونچا لٹک رہا تھا۔ باقی پریاں کرسیوں پر بیٹھ گئیں' پھر ناچ شروع ہوا۔ جب آدھی رات ہوگئی تو دستر خوان بچھایا گیا۔ تخت والی پری نے ایک خوان حاتم کے پاس بھجوایا۔ جو پری خوان لائی اس سے حاتم نے سردار پری کا نام پوچھا۔ وہ بولی کہ پہلے کھانا کھاؤ۔ جب کھا چکا تو وہ بولی کہ کل بتاؤں گی۔

جب صبح ہوئی تو سب تالاب میں کود پڑیں اور پانی پر سر نمودار ہوئے اور خود ہی اچھل اچھل کر ڈالیوں میں لٹک گئے۔ پھر سب ہنس پڑے۔ حاتم سوچنے لگا کہ شاید یہ جادو کا کرشمہ ہے۔ آخر شام ہوگئی۔ رات کو سر پھر تالاب میں گرے۔ پھر مجلس آراستہ ہوئی۔ آدھی رات کو دستر خوان بچھا۔ حاتم کے پاس پھر ایک خوان

بجھوایا گیا۔ اس نے پھر سوال کیا۔ ملکہ نے کہلوایا کہ پہلے کھانا کھا۔ بعد کو میرے پاس آ۔ حاتم نے کھانا کھایا اور اس پری کے ساتھ ہو لیا جو خوان لائی تھی۔

پری نے غوطہ مارا اور اسی جگہ جاکر کھڑی ہوگئی۔ حاتم نے بھی آنکھیں بند کر کے غوطہ مارا۔ جب پاؤں زمین پر لگے تو آنکھیں کھول کر دیکھا کہ نہ وہ تالاب ہے نہ درخت نہ پریاں۔ ایک لق دق جنگل میں کھڑا ہے۔ بڑا پریشان ہوا۔

اسی حالت میں سات دن گزر گئے۔ تب حضرت خضر علیہ السلام حاتم کی مدد کو آئے۔ وہ سبز لباس پہنے ہاتھ میں عصا لیے حاتم کی داہنی جانب سے نمودار ہوئے۔ شفقت سے حاتم کے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ حاتم کو فوراً سکون حاصل ہوا۔ پوچھنے لگا کہ "پیرو مرشد یہ کون سی جگہ ہے؟"

انھوں نے کہا: "اس کو صحرائے خبر پرس کہتے ہیں۔ وہ تالاب طلسم (جادو) سے بنا ہوا تھا اور اس کا اثر یہی ہے کہ جو اس میں غوطہ مارے وہ یہاں آپڑے۔ وہ جگہ یہاں سے تین سو کوس پر ہے۔"



حاتم نے کہا: "اب میں وہاں کیسے پہنچوں گا؟"

انھوں نے کہا "میرا عصا پکڑ لے اور آنکھیں بند کر لے۔"

حاتم نے یہی کیا۔ اب جو آنکھیں کھولتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ وہی جنگل ہے وہی درخت اور وہی سر ڈالیوں پر لٹکتے ہیں۔ حاتم بے اختیار ہو اس درخت پر چڑھنے لگا۔ درخت ہلنے لگا اور بیچ سے پھٹ گیا۔ حاتم کمر تک اس میں سما گیا۔

اس وقت حضرت خضر علیہ السلام پھر پہنچے اور اپنا عصا درخت پر مارا۔ درخت موم ہوگیا اور حاتم اس میں سے نکل پڑا۔ بڑی دیر بعد ہوش آیا۔

حضرت خضرؑ نے کہا: "اے حاتم، تو کیوں اس مصیبت میں پڑا ہے۔"

حاتم کہنے لگا: "اس راز کو دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

حضرت نے فرمایا: "یہ سردار شام احمر جادوگر کی بیٹی ہے۔ ایک دن شام احمر اپنی بیٹی سے بہت ناراض ہوگیا، لہٰذا اس کو طلسم کے دریا میں ڈال دیا۔ وہ سر جو سب سے اوپر ہے اسی لڑکی کا ہے۔ اس کا نام ملکہ زریں پوش ہے۔ جب تک شام احمر زندہ ہے یہ اسی حالت میں رہے گی۔"

حاتم نے کہا: "میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

حضرت خضر نے اس درخت پر اپنا عصا مارا اور کہا اب اس پر چڑھ جا۔ یہ کہہ کر خود غائب ہوگئے۔ حاتم درخت پر چڑھ گیا۔ جب اس کا سر بھی دوسرے سروں کے برابر پہنچا تب اس کا سر بھی لٹکنے لگا اور تن تالاب میں گر کر ڈوب گیا۔

جب رات ہوئی تو سب سر تالاب میں گر پڑے اور جسم میں شامل ہو کر جمع ہوئے۔ پھر ملکہ تخت پر بیٹھی۔

حاتم کھڑا ہوگیا، مگر بے ہوش تھا۔ ملکہ نے حاتم کو اپنے پاس بٹھلایا، کھانا کھلایا، حاتم بے خبر رہا۔ جب صبح ہوئی تو سب سر درخت پر جا لٹکے اور دھڑ تالاب میں غرق ہوگئے۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے۔ حضرت خضر پھر مدد کو آئے حاتم کے سر کو اتارا۔ دھڑ کو تالاب سے نکالا۔ اسم اعظم پڑھا۔ حاتم کے تن میں جان آگئی۔ جادو دور ہوگیا۔ حاتم حضرت کے پاؤں پر گر پڑا۔

حضرت نے کہا: "میں تجھے اسم اعظم سکھائے دیتا ہوں۔ تو ناپاکی سے بچ۔ روز نہایا کر جھوٹ نہ بول۔ تمام دن روزے سے رہ۔"

حاتم نے وعدہ کر لیا تو انھوں نے اسم اعظم سکھلا کر کہا "اب میرا عصا پکڑ لے اور آنکھیں بند کر لے حاتم نے یہی کیا۔ اب جو آنکھیں کھول کر دیکھا تو کچھ نظر نہ پڑا۔ صرف ایک بڑا سا پہاڑ دکھائی دیا۔ حاتم اس پر چڑھنے لگا۔ مگر پتھروں نے اس کے پاؤں پکڑ لیے۔ جلدی سے اسم اعظم پڑھنے لگا۔ پاؤں پتھر سے چھوٹ گئے۔ حاتم سمجھ گیا کہ کوہ احمر یہی ہے۔ پھر تو اسم اعظم پڑھتا ہوا چڑھ گیا۔ اتنے میں ایک میدان پر فضا نظر آیا۔ آگے بڑھا تو چشمہ پانی کا دکھلائی دیا۔ حاتم نے غسل کیا۔ پاکیزہ لباس پہنا۔ پاکیزہ لباس پہن کر اسم اعظم پڑھنے لگا۔ اس کے اثر سے تمام جادو کے جانور بھاگ گئے۔ شام احمر کو اس کی خبر پہنچی۔ اس نے نجوم کی کتاب دیکھی تو معلوم ہوا کہ ایک دن حاتم طائی اس پہاڑ پر آئے گا اور تمام جادو بے اثر کر دے گا۔ لہٰذا ایک منتر پڑھنے لگا کہ حاتم اسم اعظم بھول جائے۔



چناں چہ ایک غول پریوں کا نمودار ہوا۔ ان میں ایک پری ملکہ زریں پوش کی صورت تھی۔ شام احمر نے اس سے کہا کہ تم حاتم کو بے ہوشی کی دوا پلا دو۔ وہ پریوں سمیت اس چشمے پر جا پہنچی اور بولی:

"اے حاتم، آج میرے باپ نے مجھے اس باغ کی سیر کو بلوایا اور تجھے یہاں دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ یہ کہہ کر بیٹھی اور ایک پیالہ بھر کر حاتم کو دیا۔ حاتم نے جوں ہی پیالہ منھ سے لگایا وہ ایک سیاہ پوش دیو کی شکل میں تبدیل ہو گئی اور حاتم کو باندھ کر شام احمر کے پاس لے گئی۔

شام احمر نے حاتم کو آتشیں کنویں میں ڈلوا کر ایک لوہے کی سل کنویں کے منھ پر ڈھانک دی گئی۔ حاتم سوچ بچار میں گم چلا جاتا تھا، مگر وہ مہرہ ریچھ کی بیٹی کا اس کے منھ میں تھا۔ اس کی وجہ سے کنویں کی تپش کا اس پر اثر نہ ہوا۔ شام احمر کو خبر کی گئی کہ حاتم جل کر خاک ہو گیا۔ اس نے نجوم کی کتاب دیکھ کر کہا کہ یہ جھوٹ ہے۔

حاتم ایک مہرے کی وجہ سے صحیح سلامت ہے پھر سوچنے لگا کہ وہ مہرہ لینا چاہیے، مگر مشکل یہ ہے کہ وہ زبردستی ہاتھ نہیں لگ سکتا۔ وہ خود ہی دے تو ملے۔ چناں چہ نوکروں سے کہا کہ حاتم کو کنویں سے نکال کر اسے چشمے پر لے جاؤ۔ لہٰذا یہی کیا گیا۔ حاتم نے آتے ہی غسل کیا اور سجدہ شکر بجا لایا۔

شام احمر نے منتر پڑھا۔ وہی نازنین ملکہ زریں پوش کی صورت میں حاتم کے سامنے آئی اور بولی: "اب میں تیرے پاس نہ آؤں گی۔ اس روز تیرے قریب بیٹھی تھی تو میرے باپ نے سیاہ دیو بھیج کر تجھے پکڑوا لیا تھا۔

حاتم نے اس کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ تب وہ بولی:

"اے حاتم، اگر تو مجھے سچ مچ چاہتا ہے تو ریچھ کی بیٹی کا مہرہ مجھے دے دے۔"

حاتم دینے ہی والا تھا کہ ایک پیر مرد نے ڈانٹا کہ اے نادان، مہرہ دے گا تو جان سے بھی جاتا رہے گا۔ حاتم نے کہا:

"اے بزرگ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں وہی ہوں جس نے تجھے اسم اعظم

سکھایا تھا۔ حاتم ان کے پاؤں پر گر پڑا۔ وہ بولے کہ یہ ملکہ زریں پوش نہیں ہے یہ تصویر جادو کی ہے۔ اسم اعظم پڑھ۔ اگر ملکہ زریں پوش ہے تو بیٹھی رہے گی ورنہ جل جائے گی۔ حاتم نے جوں ہی اسم اعظم پڑھنا شروع کیا ان سب کا رنگ بدلنے لگا۔ بدن تھر تھرانے لگے اور ہر ایک کے سر پر ایک شعلہ پیدا ہوا اور وہ شمع کی طرح جلنے لگیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے سب جل کر راکھ ہوگئیں۔ ادھر جب شام احمر کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے جادو سے شیطان کو بلوایا اور کہا کہ حاتم نے بہت پریشان کر رکھا ہے۔

ابلیس نے کہا ابھی اس کی عمر بہت باقی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تو اپنی بیٹی اس سے بیاہ دے۔

وہ بولا کہ یہ تو میرے جیتے جی کبھی نہ ہوگا۔ تو اسم اعظم کو حاتم کے دل سے بھلا دے۔

اس نے کہا کہ یہ میں نہیں کر سکتا کیوں کہ حضرت خضرؑ اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ہاں اتنا کر سکتا ہوں کہ وہ غافل سو جائے اور اسی حالت میں اس کا پیشاب نکل جائے۔

یہ سن کر احمر بہت خوش ہوا۔ شیطان غائب ہوگیا اور حاتم کو غفلت میں ڈال کر سلا دیا۔ اسی حالت میں اس کا پیشاب نکل گیا۔ وہ گھبرا کر اٹھا اور غسل کا قصد کیا' مگر جادوگر تو گھات لگائے ہی ہوئے تھا۔ چناں چہ ایک سیاہ دیو پیدا ہوا اور حاتم کو پکڑ کر شام احمر کے پاس لے گئے۔ اس نے حاتم کو باندھ کر دو بھاری ستونوں سے کس دیا۔ غرض سات دن گزر گئے۔ اتنے میں احمر آیا اور کہنے لگا: "اے حاتم اگر وہ مہرہ مجھے دے تو میں تجھے چھوڑ دوں۔"

حاتم نے کہا: "تو اپنی بیٹی میرے ساتھ بیاہ دے تو ابھی دیتا ہوں۔"

یہ سن کر وہ غضب ناک ہوا اور جادوگروں سے کہا کہ اس کے سر پر پتھر برساؤ۔ چناں چہ انھوں نے پتھر برسانا شروع کر دیے۔ حاتم پتھروں میں چھپ گیا۔ تب جادوگروں نے اپنے سردار سے کہا کہ حاتم مر مٹا ہے۔

اس نے کہا کہ غلط کہتے ہو۔ وہ زندہ ہے۔ اگر یقین نہیں تو پتھروں کو سرکا کر دیکھ لو۔ جادوگروں نے دیکھا تو حاتم کو سلامت پایا۔ جھنجلا کر پھر پتھر برسانے لگے۔ غرض سات روز اسی طرح گزر گئے۔ مجبور ہو کر حاتم نے چوکیداروں سے کہا:

"تم نے اس مہرے کا اثر دیکھا کہ میں آگ سے نہ جلا اور نہ مرا۔ جو کوئی مجھ کو اس تالاب میں لے جائے گا اسی کو یہ مہرہ دوں گا۔ انھوں نے کہا ہمیں نہیں چاہیے' مگر ایک لالچی نے کن انکھیوں سے اشارہ کیا کہ میں لے جاؤں گا' ذرا رات ہونے دے۔ چناں چہ آدھی رات ہوگئی تو وہی چوکیدار حاتم کے پاس آیا اور افسوں (جادو) پڑھنے لگا۔ یکایک ایک کالا دیو پیدا ہوا۔ وہ ان دونوں کو لے کر تالاب میں پہنچا کر غائب ہوگیا۔ حاتم نے کپڑے دھوئے پھر نہا کر بدن پاک کیا۔ اب جادوگر نے مہرہ مانگا۔ حاتم نے کہا کہ دیکھو جب شام احمر کو مار ڈالوں گا تو یہاں کی بادشاہت تجھ ہی کو دوں گا۔ مہرہ نہ مانگ۔ یہ ایک دوست کی نشانی ہے۔ وہ ضد کرنے لگا اور غصے میں افسوں پڑھنے لگا۔ حاتم نے اسم اعظم پڑھنا شروع کر دیا۔ لہٰذا اس کی برکت سے وہ بھاگ کر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور چپکا سو رہا۔ اتنے میں فجر ہوگئی۔

سب جاگے۔ حاتم کو نہ پا کر ڈرے۔ لاچار خاک سر پر ڈالتے شام احمر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حاتم غائب ہوگیا۔ وہ نہایت غصے ہوا اور علم نجوم سے دریافت کر کے کہنے لگا کہ حاتم اسی تالاب پر ہے اور "سرتک" چوکیدار نے مہرے کی لالچ میں اس کو وہاں پہنچا دیا ہے۔ لہٰذا اب سرتک کو میرے پاس لاؤ۔ میں اسے جیتا نہ چھوڑوں گا۔ ادھر وہ اپنی عیاری سے اس بات کو دریافت کر کے بھاگا اور حاتم کے پاس جا کر کہنے لگا تیری وجہ سے میری جان جاتی ہے۔ حاتم نے کہا تو خاطر جمع رکھ۔ ادھر شام احمر نے جو دیکھا کہ سرتک بھاگ گیا تو منتر پڑھنے لگا۔ اتنے میں "سرتک" کو ایک شعلہ دکھائی دیا۔ وہ چلایا "اے حاتم مجھ کو بچا!" حاتم نے اسم اعظم پڑھ کر دم کیا۔ شعلہ بجھ گیا۔ پھر سرتک سے کہا کہ میرے پیچھے آکر کھڑا ہو جا۔ حاتم اسم اعظم پڑھتا ہوا شام احمر کے پاس چلا۔ جب احمر کو اپنے علم سے پتا چلا کہ حاتم اور سرتک ادھر آ رہے ہیں تو اپنا تمام لشکر لے کر شہر سے نکلا اور سحر پڑھنے

لگا۔ یکایک کالی گھٹا اٹھی، بجلی چمکنے لگی، بادل گرجنے لگے، سرتک کانپنے لگا اور بولا کہ یہ جادو ہے۔ حاتم نے اسم اعظم پڑھ کر آسمان کی طرف پھونک دیا۔ وہ ساری آفتیں اسی کے لشکر پر جا پڑیں۔

حاتم آگے بڑھا۔ احمر جادوگر نے پھر ایک سحر پڑھا۔ ایک پہاڑ زمین سے بلند ہوا۔ حاتم نے پھر اسم اعظم پڑھ کر دم کیا۔ وہ پہاڑ سنگ ریزے ہو کر انھیں کے سر پر جا پڑا۔ چار ہزار جادوگر جہنم واصل ہوئے۔ ایک بڑا سا پتھر شام احمر کے پاس آیا، مگر وہ اپنے جادو سے بچ گیا۔ شام احمر نے جو دیکھا کہ حاتم بڑھتا ہی چلا آتا ہے تو ایک افسوں پڑھ کر پھونکا۔ چار اژدھے پیدا ہوئے، لیکن خود اس کے لشکر پر جا گرے اور سب کو نگل گئے۔ صرف تین آدمی باقی رہے۔ شام احمر نے پھر منتر پڑھا۔ اژدھوں نے نگلے ہوئے سوؤں کو اگل دیا۔ یہ دیکھ کر تین ہزار جادوگر بھاگے۔ شام احمر نے انھیں بہت پکارا، مگر وہ نہ آئے، تب ایک جادو ایسا پڑھا کہ وہ سب کے سب درخت ہو کے میدان میں لگ گئے اور آپ اکیلا حاتم کے سامنے آ کے سحر (جادو) پڑھ کر پھونکنے لگا۔ جب دیکھا کوئی اثر نہیں ہوتا تو ایک منتر پڑھ کر آسمان کی طرف ہوا ہو گیا۔

سرتک بولا: "اب وہ اپنے استاد کملاق جادوگر کے پاس گیا ہے۔"

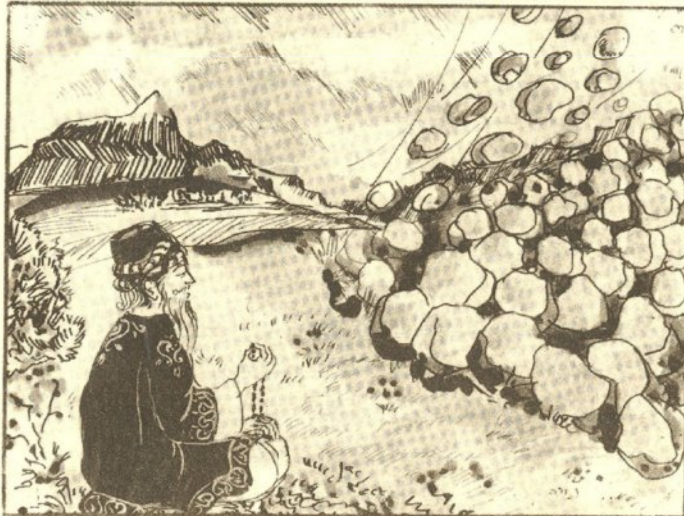
حاتم نے کہا: "اب میں کوہ کملاق جانا چاہتا ہوں۔"

سرتک نے کہا: "میں بھی غلامی میں حاضر ہوں۔ یہ درخت جو نظر آ رہے ہیں شام احمر کے لشکر کے لوگ ہیں، اگر ہو سکے تو ان کو اصلی صورت میں لا کر ساتھ لے چلیں۔"

حاتم نے پانی پڑھ کر سرتک کو دیا اور کہا کہ اس پانی کو ان پر چھڑک دو سرتک نے پانی چھڑک دیا اللہ کے فضل سے سب اپنی اصل صورت میں واپس آگئے اور حاتم کے پاؤں پر گر کر کہنے لگے کہ آج سے تیرے غلام ہیں۔ اب کہاں کا ارادہ ہے؟ حاتم نے کہا کہ مجھے شام احمر سے کام ہے۔ اگر تماشا دیکھنا ہو تو میرے ساتھ چلو۔ غرض حاتم ان سب کو لے کر کوہ کملاق کی طرف روانہ ہوا۔ وہ سب اس

تالاب پر پہنچے۔ وہ پہلی منزل تھی۔ انھیں خبر نہ تھی کہ احمر بھی اسی راہ سے گزرا ہے اور تالاب پر بھی سحر پڑھ گیا ہے۔ سب نے پانی پی لیا۔ پیتے ہی ناف سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔

قصہ مختصر تمام رات گزر گئی۔ حاتم پیاسا رہا۔ ایک قطرہ بھی نہ پیا۔ صبح کو وہ سب مشک کی طرح پھول گئے۔ اتنے میں حاتم کو خیال آیا کہ شاید اسم اعظم کی برکت سے یہ لوگ اچھے ہو جائیں۔ چناں چہ اسم اعظم پڑھ کر ان پر پھونکا۔ سوجن اتر گئی۔ دوسری بار پھر پڑھ کر دم کیا تو ان کی نافوں سے نیلا پانی جاری ہو گیا۔ غرض تیسری بار اپنی اصلی حالت پر آگئے اور حاتم کو دعائیں دینے لگے۔ حاتم نے تالاب پر بھی اسم اعظم پڑھ کر پھونکا۔ پہلے وہ جوش میں آیا پھر سرخ ہو کر سبز ہوتے ہی نیلا ہو گیا۔ پھر یکایک صاف ہوا اور اپنی اصلی رنگت پر آ رہا۔ حاتم سمجھ گیا کہ اب جادو کا اثر جا چکا ہے۔ تھوڑا سا پانی پیا اور سب سے کہا پیو اور نہاؤ۔



ادھر شام احمر جو بھاگا تو کملاق کی ڈیوڑھی پر آکر دم لیا۔ کملاق نے حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ حاتم نے مجھے ان حالوں کو پہنچایا ہے۔ کملاق نے ایک منتر پڑھ کر اپنے پہاڑ کی طرف پھونکا۔ فوراً ایک آگ نمودار ہوئی اور اس پہاڑ کو گھیر لیا۔ حاتم بھی دو چار روز میں وہاں جا پہنچا۔ آگ دیکھ کر اس نے اسم اعظم کو پڑھ کر پہاڑ کی طرف دم کیا۔ آگ بجھ گئی۔ کملاق کو جو یہ معلوم ہوا تو اس نے جادو ایسا کیا کہ پہاڑ کے گرد ایک دریا پیدا ہوگیا اور موجیں مارتا حاتم کی طرف بڑھا۔ حاتم نے پھر اسم اعظم پڑھ کر پھونکا۔ دریا ہوا ہوگیا۔ کملاق نے ایک منتر اور پڑھا۔ پڑھتے ہی بڑے بڑے پتھر برسنے لگے۔ پہاڑ کے گرد ایک اور پہاڑ ہوگیا۔ حاتم بیٹھ گیا اور اسم اعظم پڑھنے لگا۔ اس کی برکت سے ایک ایسی ہوا چلی کہ ان پتھروں کو اڑا کر لے گئی۔ حاتم آگے بڑھا اور کملاق نے ایک ایسا افسوں پڑھا کہ وہ پہاڑ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ حاتم بیٹھ گیا اور اسم اعظم پڑھ پڑھ کو پھونکنے لگا۔

اللہ کے فضل سے دو تین دن کے بعد وہ پہاڑ پھر نظر آیا۔ حاتم ساتھیوں سمیت پہاڑ پر چڑھ گیا جادو گروں نے شور مچایا تب کملاق شام احمر سمیت آسمان پر چڑھ گیا جو تین ہزا گز بلند تھا اور اپنے لشکر کو اس کے دروازے پر چھوڑا۔ حاتم شہر میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک شہر سجا ہوا ہے۔ قسم قسم کے میوے اور مٹھائیاں قرینے سے رکھی ہوئی ہیں، لیکن آدمی کا کہیں نام و نشان نہیں۔ حاتم کے ساتھی بے اختیار کھانے لگے۔ کھاتے ہی سب کے بدن سوج گئے اور ناک سے خون بہنے لگا۔ حاتم سمجھ گیا کہ ان چیزوں پر بھی جادو کا اثر ہے۔ لہٰذا پانی منگوایا اور اس پر اسم اعظم پڑھ کر ہر ایک کو پلا دیا۔ جادو کا عمل بے اثر ہوا پھر سب نے دل کھول کر کھایا۔ حاتم اب جادو کے آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو زمین پر ہوا میں گیند کی طرح نظر آرہا تھا اور اسم اعظم پڑھ کر پھونکنے لگا۔ آخر وہ گیند ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑا اور بہت سے جادو گر جہنم واصل ہوئے، مگر کملاق اور شام احمر بچ کر بھاگے۔ حاتم ان کے پیچھے چلا۔ آخر وہ دونوں بھی گھبرا کر پہاڑ سے گرے اور پاش پاش ہوگئے۔ حاتم سجدہ شکر بجا لایا۔ پھر سرتک کو اس ملک کا بادشاہ بنا کر ملکہ زریں پوش کی طرف

روانہ ہوا۔ اب جو وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ نہ تالاب ہے نہ پانی، مگر وہ درخت کھڑا ہے اور تالاب کی جگہ ایک شیش محل جگمگا رہا ہے۔ حاتم شیش محل میں داخل ہوا اور ملکہ زریں پوش کو تمام واقعات بتائے۔ وہ باپ کے مرنے کی خبر سن کر رونے لگی۔ سہیلیوں نے تسلی دی، پھر حاتم اور ملکہ زریں پوش کی شادی ہوگئی، مگر فوراً حاتم کو منیر شامی سے کیا ہوا اپنا وعدہ یاد آیا۔ لہٰذا اس نے شاہزادی کو اپنے والد کے پاس یمن بھجوا دیا اور خود شہر خورم کی جانب چل پڑا۔

چند روز بعد ایک شہر میں داخل ہوا۔ وہاں لوگوں سے پوچھا کہ اے صاحبو! وہ کون شخص ہے جو کہا کرتا ہے کہ سچ کہنے والے کے لیے ہمیشہ راحت ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ ایک بوڑھے نے یہی بات اپنے دروازے پر لکھ کر لگا دی ہے۔ حاتم نے اس کا پتا پوچھا۔ وہ بولے کہ یہاں سے نو کوس پر شہر خورم ہے، وہ وہیں رہتا ہے۔ حاتم اسی طرف روانہ ہوا۔ تین پہر کے بعد جا پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک عالی شان عمارت کھڑی ہے اور اس کے دروازے پر جلی حروف میں یہی جملہ لکھا ہوا ہے۔ حاتم نے دروازے پر دستک دی۔ مالک مکان نے حاتم کو اندر بلوایا۔ حاتم نے دیکھا کہ ایک جوان خوش رو مسند سے تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ حاتم نے سلام کیا۔ وہ اٹھ کر بغل گیر ہوا۔ کھانے کے بعد صاحب خانہ نے پوچھا کہ کس کام کے واسطے آنا ہوا۔ حاتم نے اسے اپنا نام اور آنے کا سبب بتایا۔ پھر پوچھا کہ آپ نے در دولت پر یہ جملہ کس لیے لگایا ہے؟ اس نے کہا کہ آج آرام کر کل بتاؤں گا۔

غرض حاتم رات وہاں رہا۔ صبح کو کہنے لگا کہ ارشاد کیجیے۔ اس نے کہا:

"اے جوان اس شہر خورم کو آباد ہوئے سات سو برس ہو چکے ہیں اور میری عمر آٹھ سو برس ہے۔ جس صورت سے مجھے تو اب دیکھتا ہے اسی شکل میں اس وقت بھی تھا۔ میں جواریوں میں مشہور تھا۔ ایک روز نہایت تنگ دست ہوا۔ رات ہوئی تو چوری کو نکلا۔ آدھی رات کو کمند ڈال کر بادشاہ کی خواب گاہ میں پہنچ گیا۔ سب سو رہے تھے۔ میں آگے بڑھا اور بادشاہ کے گلے سے گوہر شب چراغ اتار کر کمند کے ذریعہ سے باہر آیا۔



جب جنگل میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت کے نیچے بہت سے چور بیٹھے ہیں اور چوری کے مال کے حصے کر رہے ہیں انھوں نے مجھے دیکھ کر پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے سچ سچ ان سے کہہ دیا اور گوہر شب چراغ دکھا دیا۔ چوروں کو لالچ سوار ہوا اور چاہتے تھے کہ اسے میرے ہاتھ سے چھین لیں کہ اتنے میں ایک شخص غیب سے پیدا ہوا اور ایسی ہیبت ناک آواز سے للکارا کہ چور بھاگ گئے۔ پھر وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا تو کون ہے؟ میں نے اس سے بھی سچ سچ کہہ دیا۔ وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تو نے سچ کہا، اس لیے یہ سب مال اس گوہر شب چراغ سمیت میں نے تجھ کو بخشا، لیکن تو چوری سے توبہ کر۔ میں نے یہ بات مان لی اور جوا کھیلنے سے بھی توبہ کی۔

پھر اس نے کہا اگر جوا نہ کھیلے گا اور چوری نہ کرے گا تو تیری عمر نو سو برس کی ہوگی۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ میں اس مال و متاع کے پشتارے کو باندھ کر اپنے گھر لے

آیا اور عالی شان عمارت بنوائی، محلے والے دشمن ہوگئے، کوتوال سے شکایت کی کہ کل تک یہ کوڑی کوڑی کو محتاج تھا آج اس قدر زر نقد کہاں سے ہاتھ لگا جو اتنا بڑا محل بنایا۔

کوتوال نے مجھے بلوایا میں نے اس کے سامنے بھی سچ بولا۔ وہ مجھے بادشاہ کے پاس لے گیا۔ میں اس کے رو برو بھی جو بات سچ تھی کہہ دی، جان کی کچھ پروا نہ کی۔ یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا کہ اس کے سچے پن پر میں نے یہ مال اس کو دیا اور اس کا گناہ بھی بخشا۔ بادشاہ نے اپنے خزانے سے بھی اتنا کچھ دیا کہ میں مالا مال ہوگیا۔ اگرچہ میں نے بہت خرچ کیا۔ پھر بھی میرے پاس بہت کچھ ہے۔ اسی دن اپنے دروازے پر لکھ کر لگا دیا کہ "سچ کہنے والے کے لیے ہمیشہ راحت ہے۔" حاتم کئی دن اس کا مہمان رہا۔ پھر رخصت ہوا اور شاہ آباد کا راستہ لیا۔ وہاں حسن بانو سے ملا اور تمام واقعات سنائے۔ پھر سرائے میں منیر شامی کے پاس پہنچا۔ اسے بھی تمام باتیں سنائیں۔ رات کو آرام کیا۔ صبح کو حسن بانو کے پاس آیا۔ حسن بانو نے کہا کہ اے حاتم! سننے میں یوں آیا ہے کہ ایک پہاڑ سے آواز آتی ہے۔ اسی واسطے اس کا نام کوہ ندا رکھا ہے۔ اب اس کی خبر لا کہ وہاں آواز کرنے والا کون ہے؟ اور پہاڑ کے ادھر کیا راز ہے؟

حاتم یہ سن کر رخصت ہوا اور سرائے میں آکر منیر شامی سے کہنے لگا کہ اب میں "کوہ ندا" کی خبر لانے جاتا ہوں۔

حاتم کا جانا اور کوہ ندا کی خبر لانا

غرض حاتم نے جنگل کی راہ لی۔ جس بستی میں جانکلتا وہاں کے لوگوں سے پوچھتا کہ عزیزو کوئی کوہ ندا کی راہ جانتا ہے؟ مگر کوئی نہ بتاتا۔ ایک مہینے کے بعد ایک شہر کے قریب پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ تمام مرد اور عورتیں جنگل میں جمع ہیں۔ یہ ان کی طرف چلا۔ انھوں نے جو حاتم کو دیکھا تو کہنے لگے :

"مرحبا! اے مسافر' اچھا ہوا تو آگیا۔ ہم کب سے تیری راہ دیکھتے ہیں۔"

حاتم نے دیکھا کہ دستر خوان پر طرح طرح کے کھانے چنے ہوئے ہیں اور ایک جنازے کے گرد لوگ بیٹھے ہیں۔ حیران ہو کر پوچھا:

"اس مردے کو دفن کیوں نہیں کرتے؟"

انھوں نے کہا کہ ہماری یہ رسم ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے تو اس کے جنازے کو جنگل میں لے آتے ہیں اور دستر خوان پر کھانے چن کر مسافر کی راہ دیکھتے ہیں۔ اگر کوئی پر دیسی آگیا تو مردے کو دفن کر دیتے ہیں اور کھانا اس مسافر کے آگے رکھ دیتے ہیں۔

حاتم نے کہا: "اگر ایک مہینے تک کوئی مسافر نہ آئے تو کیا کرو گے؟"

انھوں نے کہا: "ساتویں دن کوئی نہ کوئی مسافر آہی جاتا ہے۔"

حاتم نے کہا: "اگر ایک مہینے سے زیادہ گزرے تو کیا کرو گے؟"

وہ بولے : "ایسی حالت میں مردے کو دفن کر دیتے ہیں اور تمام لوگ چھے مہینے تک روزے رکھتے ہیں۔ صبح و شام توبہ کرتے ہیں اور ہر روز ہمسایوں میں کھانا تقسیم کرتے ہیں۔ پھر قبر پر جاکر بہت سا مال و زر خیرات کر کے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں۔"

یہ سن کر حاتم حیران ہوا۔ پھر انھوں نے مردے کو تہ خانے میں اتار کر فرش پر لٹا دیا اور اگر بتیاں جلا کر باہر نکل آئے اور دستر خوان پر بیٹھے۔ حاتم سے کہا کہ

کھانے میں پہلے تو ہاتھ ڈال۔ یہ سن کر حاتم کھانے لگا۔ پھر وہ سب بھی شریک ہوگئے۔ اس کے بعد جو کچھ بچا اس کو اپنے اپنے گھر بھجوا دیا۔ پھر وہ نہائے اور گھر چلے گئے۔

حاتم سے کہا کہ "اے جوان! اگر جی چاہے تو چند روز ہمارے یہاں مہمان رہ۔" حاتم راضی ہوگیا۔

جب سات روز گزر گئے تو حاکم شہر نے حاتم کو بلوایا اور کہا کہ اگر اسی شہر میں رہنا پسند کرے تو مہربانی ہوگی۔

حاتم نے کہا مجھے ایک ضروری کام درپیش ہے اور پھر حسن بانو کا قصہ سنایا۔ یہ سن کر حاکم نے کہا کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ دکھن کی طرف ظلمات ہے اور اس کے بائیں جانب ایک شہر ہے۔ وہاں آج تک کسی نے مردہ نہیں دیکھا' نہ قبر دیکھی اور نہ کوئی کسی کے واسطے روتا ہے۔ حاتم نے کہا کہ مجھ کو اسی سمت جانا ہے۔ حاکم نے بہت سا زرو جواہر اس کے آگے رکھ دیا۔ حاتم نے کچھ لے لیا اور باقی فقیروں کو دے کر اس طرف کا راستہ پکڑا۔

ایک مدت کے بعد ایک شہر کے قریب پہنچا۔ شہر میں کوئی قبرستان نہ تھا۔ سمجھ گیا کہ وہ شہر یہی ہے۔ اندر گیا' ایک شخص نے حاتم کو مہمان بنا لیا۔ وہاں ایک شخص بہت دنوں سے بیمار تھا۔ اس کے وارثوں نے اسے ذبح کیا اور گوشت آپس میں بانٹ لیا اور یہ شخص جس نے حاتم کو مہمان رکھا تھا اپنا حصہ پکا کر حاتم کے پاس لایا اور کہنے لگا کہ جلد اس کو کھا کہ ایسی نعمت کبھی نہ کھائی ہوگی۔ حاتم نے حیران ہو کر کہا کہ یہ کس جانور کا گوشت ہے؟ اس نے کہا کہ یہ آدمی کا ہے۔

یہ سن کر حاتم نے کہا "تم آدم خور ہو۔ امید ہے تم نے کسی مسافر کو مارا ہے۔" وہ بولا کہ اے مسافر توبہ کر۔ ہم مسافروں کو نہیں مارتے۔ تو غلط سمجھا ہے۔ ہمارے ملک کی رسم ہے کہ جو کوئی بیمار پڑتا ہے اس کے قبیلے کے لوگ اس کو ذبح کر کے گوشت تقسیم کر لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے ہمارے شہر میں کوئی اپنی موت نہیں مرتا اور نہ قبر بنتی ہے۔

یہ سن کر حاتم نے کہا: "خدا کی لعنت ہو تمھاری رسم پر اور تمھارے شہر پر۔ خدا رحیم و کریم ہے۔ وہ بیماروں کو اچھا کرتا ہے۔ تم گناہ گار ہو۔ میں تمھارا منھ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا!" یہ کہہ کر حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور جنگل کی راہ لی۔

تھوڑی دور جاکر کیا دیکھتا ہے کہ ایک شیر مارے بھوک کے زمین پر تڑپ رہا ہے۔ چناں چہ حاتم نے ایک ہرن کو شکار کیا اور شیر کے آگے ڈال دیا۔ اس نے پیٹ بھر کر کھایا پھر سجدہ شکر ادا کر کے جنگل کی راہ لی۔

حاتم نے بھی کچھ کباب کھا کر ایک تالاب پر جاکر پانی پیا اور آگے کا راستہ پکڑا۔ چند روز کے بعد ایک آبادی نظر آئی، ادھر چلا، جب قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ بہت سے لوگ میدان میں آگ جلا کر اس کے ارد گرد کھڑے ہیں۔

اس نے پوچھا "کہ آگ کیوں جلائی ہے؟"

انھوں نے کہا "اے فقیر، تو اپنی راہ لے۔ یہاں کچھ نہیں جو ہم تجھے دیں۔ ہماری قوم کا ایک شخص آج مرگیا ہے، اس کی بیوی اس کے ساتھ جلتی ہے۔ حاتم نے کہا "تم مردے کو دفن کیوں نہیں کرتے اور اس عورت کو کیوں جیتے جی جلاتے ہو؟"

انھوں نے کہا "معلوم ہوا کہ تو اس ملک کا رہنے والا نہیں۔ یہ ملک ہندستان ہے۔ یہاں کی یہی رسم ہے کہ بیوی اپنے خاوند کے ساتھ جلائی جائے۔"

حاتم نے کہا "صاحبو! یہ نہایت بری رسم ہے۔" یہ کہہ کر ان سے رخصت ہوا اور کسی گاؤں میں جا پہنچا۔ وہاں ایک شخص سے پانی مانگا۔ وہ ایک کٹورا دودھ کا اور ایک مٹھے کا لے آیا۔ پھر حاتم اس آدمی کے گھر مہمان رہا۔ اس نے حاتم کی بڑی خاطر مدارت کی اور کئی دن بعد حاتم نے کہا:

"اے عزیز، مجھے کوہ ندا جانا ہے۔"

یہ سن کر اس ہندو نے کہا کہ کوہ ندا بہت دور ہے۔

حاتم نے کہا کہ خدا رحیم و کارساز ہے۔ وہی پہنچا دے گا۔ یہ کہہ کر وہاں سے رخصت ہوا۔

حاتم ملک ملک اور گاؤں گاؤں کی سیر کرتا ہوا ایک شہر میں جا پہنچا۔ وہاں دیکھا کہ لوگ جمع ہیں شور و غل کرتے ہیں۔ جاکر پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ کسی نے کہا "یہاں کے رئیس کی بیٹی مرگئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کے خاوند کو بھی اس کے ساتھ زندہ دفن کر دیں۔ وہ اس کو قبول نہیں کرتا۔" حاتم اس رئیس کے پاس پہنچا اور اسے سمجھایا کہ اس کے ساتھ زبردستی کرتے ہو۔

وہ بولا کہ "اے عزیز، یہ جوان بھی تیری طرح اس شہر میں نووارد تھا اور شادی سے پہلے اسے یہ بتا دیا گیا تھا کہ ہمارے شہر کا یہ دستور ہے۔ وہ اس پر راضی ہو گیا تھا، مگر اب یہ اپنے قول پر قائم نہیں رہا۔ یہ سن کر حاتم اس جوان کے پاس گیا اور کہا کہ تو اپنے عہد پر قائم کیوں نہیں رہا؟ اس نے کہا کہ یہ مجھ سے کبھی نہ ہوگا کہ جیتے جی ہی دفن کر دیا جاؤں۔"

حاتم سمجھ چکا تھا کہ یہ لوگ اس جوان کو دفن کیے بغیر نہ رہیں گے۔ لہٰذا حاتم نے اپنے شہر کی بولی میں جوان سے کہا کہ تو پریشان نہ ہو۔ میں تجھے اس قبر سے نکال لوں گا۔ پھر حاتم نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ اپنی بولی میں کہتا ہے کہ ہمارے شہر کا دستور ہے کہ قبر کو بہ طور حجرے کے بناتے ہیں۔ اگر یہ بھی اسی طرح بنا دیں گے تو اپنی خوشی سے دفن ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر سب لوگ حاکم شہر کے پاس گئے کہ وہی اس کا فیصلہ کر سکتا تھا۔

حاکم نے پوچھا کہ اس کے شہر میں قبریں کس طرح کی بنتی ہیں۔ حاتم نے کہا "حضرت سلامت، کوٹھری کی طرح اور بہت بڑی کہ جس میں دس بیس آدمی لیٹیں، بیٹھیں۔" یہ سن کر حاکم ذرا خاموش رہا پھر کہنے لگا کہ خیر جس طرح کی قبر یہ کہتا ہے ویسی ہی تیار کردو۔ چناں چہ ویسی ہی ایک قبر بنائی گئی اور ان دونوں کو اس قبر میں دفن کر دیا گیا۔ اور ایک پتھر سے اس کے منھ کو بند کر کے حاتم سمیت واپس شہر کو آگئے۔

پھر ان لوگوں نے حاتم کو رہنے کے لیے ایک مکان دیا۔ وہ رات ہونے کا منتظر رہا۔ مگر تین روز تک حاتم کو موقع نہ ملا، کیوں کہ وہاں کا دستور تھا کہ تین دن تک

قبر پر مردے کے وارث تمام رات جاگا کرتے تھے۔ چوتھی رات حاتم اس قبر پر گیا اور آواز دی۔ اس نے جواب نہ دیا۔ حاتم سمجھا کہ شاید مرگیا۔ پھر پکارا۔ تب بھی وہ نہ بولا۔ تیسری بار بہ آواز بلند پکارا کہ اے جوان اگر جیتا ہے تو جواب دے ورنہ قیامت تک اس قبر میں پڑا رہے گا۔ اب وہ چونکا اور بولا کہ تو کون ہے؟

حاتم نے کہا میں وہی ہوں جس نے تجھ سے وعدہ کیا تھا۔ یہ کہہ کر خنجر نکالا اور زمین کھود کر اس کو نکالا۔ کھانا پانی کھلا کر اور جیب خرچ دے کر اسے رخصت کیا اور خود آکر اپنی جگہ پر سو رہا۔ اتنے میں صبح ہوئی تب لوگوں سے کہا کہ مجھ کو کوہ ندا کی طرف جانا ہے۔ انھوں نے کہا کہ کوہ ندا یہاں سے بہت نزدیک ہے۔ تھوڑی دور جاکر ایک دوراہا ملے گا۔ داہنی طرف سے راہ پر چلے جانا۔ یقین ہے کہ پہنچ جاؤ گے۔

حاتم ان سے رخصت ہوا اور دس روز تک چلتا رہا۔ گیارھویں دن اس دوراہے پر پہنچا اور غلطی سے بائیں طرف چل نکلا، یعنی جس طرف جانے کو منع کیا گیا تھا وہی راہ اختیار کی۔ دو دن بعد کیا دیکھتا ہے کہ تمام جانور بھاگے چلے آتے ہیں۔ یہ ایک درخت پر چڑھ گیا۔ حاتم نے دیکھا کہ ہاتھی اور گینڈے بھی گھبرائے ہوئے دوڑے آتے ہیں اور ان کے پیچھے چھوٹا سا جانور مہیب صورت، چراغ سی آنکھیں، دم سر پر چھتر کیے چلا آتا ہے۔ حاتم ڈرا کہ یہ کوئی بلائے عظیم ہے۔ پھر بھی دل مضبوط کر کے خنجر کھینچ کر تیار ہوگیا۔ اتفاقاً وہ جانور اسی درخت کے نیچے آیا اور آدمی کی بو پا کر غرا کر اچھلا چاہتا تھا کہ حاتم کو پکڑ کر چیر ڈالے کہ حاتم نے اس جانور پر ایسے کاری وار کیے کہ اس کے دونوں پنجے کٹ گئے۔ پھر غضب ناک ہو کر ایسا وار کیا کہ انتڑیاں نکل پڑیں۔ جانور زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی پیشاب کر دیا۔ پھر دم کو اس میں بھگو کر ہلانے لگا، جہاں جہاں اس کی بوندیں پڑیں وہاں آگ لگ گئی۔ جب آگ اس درخت کے پاس پہنچی تو حاتم ایک چشمے میں کود گیا اور وہ جانور مرگیا۔ جب آگ بجھ چکی تو حاتم پانی سے نکلا اور اس جانور کے چار دانت اکھاڑ لیے اور دم اور کان کاٹ لیے۔ پھر انھیں ترکش میں رکھ کر آگے چلا۔



کئی دن بعد ایک قلعہ دکھائی دیا۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو اسے سنسان پایا۔ اندر گیا تو دیکھا بڑی بڑی عمارتیں ہیں، مگر آدمی کا نام و نشان نہیں۔ اور آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ شاہی محل تک آپہنچا۔ اس میں بادشاہ اپنے اہل و عیال سمیت رہتا تھا۔ دو چار نوکر بھی تھے۔ حاتم کو دیکھ کر ایک شخص نے پکارا۔ حاتم ایک دریچے کے نیچے کھڑا ہوگیا، بادشاہ نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا کہ:

"اے جوان! تو راہ بھول گیا جو ادھر آنکلا۔ شاید تیری موت تجھ کو یہاں کھینچ لائی ہے"

حاتم نے کہا کہ: "اگر اللہ کی یہی مرضی ہے تو میں بھی راضی ہوں۔ مگر تو قلعے میں بند کیوں ہے؟"

اس نے کہا "میں اس شہر کا بادشاہ ہوں۔ چند روز سے یہاں ایک بلائے عظیم آتی ہے۔ اس لیے لوگ بھاگ گئے ہیں۔ یہ بلا کوہ قاف میں رہتی ہے، مگر چند دنوں سے یہاں اس کا گزر ہونے لگا ہے۔ ہر روز آنا اور دو چار آدمیوں کو کھا کر چلے جانا

اس کا معمول ہے۔ قلعے میں اس لیے یہ بلا نہیں آئی کہ ایک خندق اس کے گرد پانی سے بھری رہتی ہے۔

حاتم نے کہا "اے بادشاہ مبارک ہو' میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔" پھر تمام ماجرا کہہ سنایا۔ یہ سنتے ہی بادشاہ نیچے اترا اور حاتم کو اندر لے گیا۔ طرح طرح کے کھانے منگوا کر اس کے آگے چنوائے۔ بعد میں حاتم نے اس جانور کی دم ' دانت اور کان دکھائے۔ بادشاہ نے پروانے لکھوا کر لوگوں کو بھجوائے کہ اب واپس آجاؤ' وہ بلا دفع ہوئی۔

چند روز کے بعد حاتم رخصت ہوا ۔ بادشاہ نے ایک رہبر ساتھ کر دیا۔ تھوڑی دور جاکر وہ کہنے لگا کہ اے حاتم' کوہ ندا کی یہی سیدھی راہ ہے۔ حاتم اس کو رخصت کر کے آگے بڑھا۔ کچھ روز بعد ایک شہر میں پہنچا۔ لوگ اس کو حاکم کے پاس لے گئے۔ اس نے تعظیم کی اور پوچھا کہ اے مسافر تو کہاں سے آیا ہے؟ اس شہر میں سکندر بادشاہ تشریف لائے تھے اور اب تجھ کو دیکھا۔ حاتم نے حسن بانو کا قصہ سنایا۔ رئیس شہر نے کہا کہ کوہ ندا کا راز ایسا نہیں کہ جو سرسری بیان ہو سکے' تو چند روز رہے گا تو معلوم ہوجائے گا۔ پھر حاکم نے ایک مکان دیا اور دونوں وقت کھانے بھیجنے لگا اور خود بھی اکثر بیٹھا کرتا۔

ایک دن سب بیٹھے تھے کہ کوہ ندا کا ذکر آپڑا ۔ انھوں نے کہا "کوہ ندا وہ ہے کہ جس کے قلعے کی ہر دیوار آسمان سے لگ رہی ہے اور اس سے خود بہ خود آواز آتی ہے۔" اتنے میں ایک آواز اس پہاڑ کی طرف سے آئی "یا اخی! یا اخی!!" اس مجلس میں سے ایک نوجوان بے اختیار دوڑا۔ لوگوں نے اس کے وارثوں سے جاکر کہا کہ فلاں شخص کی کوہ ندا سے طلب ہوئی ہے۔ وہ سب دوڑے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس کا منہ سرخ ہو رہا ہے اور وہ بے تحاشا کوہ ندا کی طرف چلا جارہا ہے۔

حاتم نے حیران ہو کر پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس کا کوہ ندا سے بلاوا آیا ہے۔ حاتم نے اس جوان سے پوچھنا چاہا' مگر وہ نہ بولا اور بھاگ کر پہاڑ تلے جا پہنچا۔ حاتم بھی اس کے پیچھے لپکا مگر پہاڑ یکایک حاتم کی نظروں سے اوجھل

ہوگیا۔ مجبور ہو کر حاتم سب کے ساتھ شہر میں واپس آیا اور سب اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔

غرض حاتم چھے مہینے اس شہر میں رہا۔ اس عرصے میں پندرہ آدمی اس پہاڑ کی طرف گئے اور واپس نہ آئے۔ اتفاق سے ایک آدمی حاتم کا ہم نام تھا۔ حاتم کی اس سے بڑا دوستی ہو گئی ایک دن وہ بھی پہاڑ کی طرف بھاگا۔ حاتم بھی اس کے ساتھ دوڑا۔ ذرا ہی دیر میں دونوں آگے پیچھے دوڑتے پہاڑ کے نیچے جا پہنچے۔ حاتم نے اس کی کمر پکڑ لی۔ الغرض دونوں گرتے پڑتے پہاڑ کے اوپر پہنچے جوں ہی قلعے کے نزدیک آئے ایک کھڑکی دکھائی دی۔ دونوں لپٹے لپٹائے اس کے اندر چلے گئے اور لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئے۔ سب لوگ افسوس کرتے ہوئے شہر واپس ہوئے اور حاکم کو خبر کی کہ مسافر بھی اس کے ساتھ پہاڑ پر چلا گیا۔

ادھر یہ ہوا کہ جب دونوں کھڑکی سے آگے بڑھے تو ایک وسیع میدان میں جا پہنچے۔ وہاں ایک سبزہ زار نظر پڑا۔ گویا فرش زمردی بچھا ہے' مگر تھوڑی سی زمین خالی تھی۔ وہ جوان اس پر پاؤں رکھنے لگا۔ پاؤں رکھتے ہی چت گر پڑا۔ حاتم نے اسے اٹھانا چاہا مگر اتنے میں اس کا منہ زرد ہوگیا۔ آنکھیں پتھرا گئیں۔ ہاتھ پاؤں سخت ہوگئے۔ حاتم سمجھ گیا کہ یہ مرگیا' رونے لگا' اور اتنے میں زمین تڑق (پھٹ) گئی اور وہ جوان اس میں سما گیا۔اسی وقت وہ جگہ سبز ہوگئی۔

یہ دیکھ کر حاتم نے کہا دنیا فانی ہے۔ سب کو مرنا ہے۔ واقعی اب کوہ ندا کی حقیقت معلوم ہوئی لہٰذا اب چلیے۔

یہ سوچ کر چلا مگر کھڑکی اور قلعے کھڑکی کا سراغ نہ ملا۔ حیران و سرگرداں سات دن تک کچھ نہ کھایا پیا۔ اتنے میں ایک دریا کے کنارے جا پہنچا۔ سوچنے لگا کہ اسے کیوں کر پار کروں۔ اتنے میں ایک ناؤ دکھائی دی۔ جب کنارے آ لگی تو اس پر کوئی نہ تھا۔۔ حاتم اس پر سوار ہوا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک دستر خوان میں کچھ لپٹا رکھا ہے۔ کھولا تو دو روٹیاں اور مچھلی کے کباب گرما گرم پائے۔ حاتم نے سوچا کہ شاید یہ کسی ملاح نے اپنے لیے رکھے ہوں گے۔ اتنے میں ایک مچھلی نے دریا سے سر نکال

کر کہا کہ اے حاتم یہ تیرا ہی رزق ہے شوق سے کھا۔" یہ کہہ کر غوطہ مار گئی۔

حاتم نے اس کو کھایا اور سجدہ شکر بجا لایا۔ اتنے میں ایک ایسی آندھی چلی کہ تین دن میں کشتی کو کنارے پر لے گئی۔ حاتم اس پر سے اترا اور آگے بڑھا۔ غرض سات دن گزر گئے، مگر کسی شہر کا سراغ نہ ملا۔ چناں چہ حیران چلا جاتا تھا کہ ایک پہاڑ نظر آیا۔ تین دن بعد اس کے نیچے جا پہنچا اور جس پتھر کو اٹھا کر دیکھا اس کے نیچے خون ہی بہتا پایا۔ مجبور ہو کر پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ بارہ دن کے بعد اوپر پہنچا تو ایک میدان دکھائی دیا جہاں چرند، پرند، اور خاک سب بیر بہوٹی کی طرح لال ہو رہے تھے۔ حاتم چھے کوس تک چلا۔ کیا دیکھتا ہے کہ خون کا ایک دریا لہریں لے رہا ہے اور اس میں جتنے جانور ہیں ایسے سرخ ہو رہے ہیں کہ گویا خون سے بنے ہیں۔ ناچار کنارے کنارے چل نکلا۔ جب بھوک لگتی تو شکار کر کے کھاتا۔ پیاس لگتی تو مہرہ منھ میں رکھ لیتا۔

ایک مہینہ اسی طرح گزرا۔ اتنے میں ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سوائے دریائے خون کے زمین تھی نہ درخت۔ حاتم بہت پریشان ہوا۔ دعائیں مانگنے لگا۔ اتنے میں دریا میں کوئی چیز نمودار ہوئی جب نزدیک آئی تو دیکھا کہ ایک کشتی ہے۔ خدا کا شکر ادا کیا اور چڑھ بیٹھا پھر ویسی ہی روٹیاں اور کباب کشتی سے ملا، اسے کھایا۔ جب کشتی منجدھار کے قریب پہنچی تو ہوا زور سے چلنے لگی۔ حاتم آنکھیں بند کر کے ناؤ میں لیٹ گیا۔ لہریں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ غرض سات دن اسی طوفان میں گزر گئے۔ آٹھویں روز کشتی کنارے پر آ لگی۔ حاتم اتر پڑا۔ کشتی واپس چلی گئی۔ یہ کنارے کنارے چلنے لگا۔ سات روز بعد دور سے ایک سفید چیز دریا کی لہروں کی طرف نمایاں ہوئی۔ حاتم آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک دریا نہایت شفاف لہریں مار رہا ہے اور ایسا چمکتا ہے کہ گویا کسی نے چاندی گلا کر بہادی ہے۔ حاتم پیاس سے مرنے کے قریب تھا۔ کنارے پر آ بیٹھا اور بایاں ہاتھ اس میں ڈالا اب جو نکالتا ہے پانی تو نہ پایا مگر ہاتھ چاندی کا ہو گیا۔ ہر چند اس کو داہنے ہاتھ سے پاک کیا، مگر وہ ویسا ہی رہا، بلکہ بوجھل ہو گیا۔



حاتم پریشان ہو کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک کشتی اسی طرح کنارے آ پہنچی۔ حاتم بسم اللہ پڑھ کر اس پر چڑھ بیٹھا۔ ایک طباق حلوے کا گرما گرم نظر پڑا۔ اس نے خوب کھایا، پھر سو رہا کئی روز بعد کشتی کنارے پر پہنچی۔ اتر کر آگے بڑھا چار دن بعد ایک پہاڑ نظر آیا۔ حاتم ادھر چلا تو سنگ ریزے سفید و زرد سرخ و سبز نظر آنے لگے۔ اور آگے بڑھا تو الماس و زمرد و لعل جا بہ جا (جگہ جگہ) پڑے تھے۔ کچھ جیب میں ڈال کر چلا۔ تھوڑی دور اس سے بھی قیمتی جواہر پڑے تھے۔ پہلے والے پھینک دیے اور ان کو جیب میں رکھ لیا اور آگے بڑھا تو ایک چشمے پر جا پہنچا۔ ہاتھ پاؤں دھوئے۔ بائیں ہاتھ پر نظر پڑی تو اس کو ویسا ہی پایا مگر ناخن چاندی کے رہے۔ خدا کا شکر ادا کیا اور کہنے لگا کہ اس دریا میں تو ہاتھ چاندی کا ہو گیا تھا اس چشمے کی بدولت اصل حالت پر آ رہا۔

اتنے میں رات ہوئی۔ یکایک دو شخص اس چشمے سے نکلے جن کے سر آدمی جیسے تھے اور پاؤں ہاتھی کی طرح، ناخن شیر کے، رنگ بہت کالا۔ حاتم ڈر کر اٹھ کھڑا

ہوا۔ اتنے میں وہ نزدیک آکر کہنے لگے: "اے حاتم تجھ کو شرم نہ آئی جو جواہر کا لالچ کیا۔ یہ جواہر خالق نے پریوں کے واسطے رکھا ہے۔"

یہ سن کر حاتم نے جواہر جیب سے نکال کر ان کو دے دیے اور کہا میں نے تو لوگوں کو دکھانے کے واسطے اٹھا لیے تھے۔ یہ سن کر دیووں نے کہا سچ کہتا ہے تجھ کو لالچ نہیں۔ پھر انھوں نے ایک لعل ایک الماس ایک زمرد حاتم کو دیا۔ حاتم نے کہا کہ راہ بتلا دو جو میں اپنے ملک پہنچوں۔

وہ بولے غنیمت جان جو تو جیتا جاگتا چلا' کیوں کہ یہاں سے کوئی زندہ نہیں گیا۔ اس کے آگے ایک جواہر کا دریا ملے گا۔ اس کے بعد آگ کا دریا ہے۔ اگر ان سے صحیح سلامت اتر گیا تو اپنے ملک پہنچ جائے گا' لیکن لالچ نہ کرنا یہ کہہ کر وہ پانی میں اتر پڑے اور غائب ہوگئے۔

حاتم صبح کو آگے بڑھا۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک دریا دکھائی دیا کہ تمام پانی اس کا سونے کا تھا۔ حاتم صحیح سلامت پار اتر گیا۔ چند روز بعد ایک اور دریا نظر پڑا۔ حاتم بہت خوش ہوا کیوں کہ بڑا پیاسا تھا۔ خوب پانی پیا۔ آگے بڑھا تو ایک روشنی نظر آئی۔ قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک پہاڑ سونے کا آسمان سے لگا جھم جھما رہا ہے۔ یہ اس پر چڑھ گیا' وہاں ہر درخت سونے کا دیکھا۔ تین روز تک چلتا رہا۔ پھر ایک میدان نظر پڑا۔ آگے بڑھا تو ایک محل سونے کا دیکھا' یہ اندر چلا گیا۔ وہاں ایک باغ نظر آیا اور ایک تالاب دکھائی دیا۔ حاتم اس کے کنارے آبیٹھا۔ اتنے میں کئی پریاں جھلملاتے لباس میں جلوہ گر ہوئیں۔ حاتم حیران ہو کر بولا تم کون ہو؟

انھوں نے کہا کہ یہ پری نوش لب کا علاقہ ہے۔ اتنے میں وہ خود آپہنچی۔ پھر پری نوش لب ایک تخت پر بیٹھی اور حاتم کو پاس بٹھلا کر کہنے لگی کہ اے جوان کہاں سے آیا اور کدھر کا ارادہ ہے؟

حاتم نے اپنا حال بیان کیا اور اس پہاڑ کا نام پوچھا۔ پری نے کہا اس پہاڑ کو کوہ زریں کہتے ہیں۔ یہ شاہ بال بادشاہ کی ملکیت ہے اور اس کی ایک بیٹی ہے جس کا نام ہے آسا۔ میں اس کی ایک خواص ہوں۔ غرض حاتم چار دن ان کا مہمان رہا۔ پھر

رخصت ہوا۔

دس دن بعد پہاڑ سے اتر کر ایک جنگل میں پہنچا۔ وہاں ایک سونے کا دریا دکھلائی دیا۔ حاتم کنارے بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک سونے کی ناؤ کنارے آلگی۔ حاتم اس پر بیٹھ گیا ناؤ میں ایک طباق گرما گرم حلوے کا نظر پڑا۔ اسے شوق سے کھایا' پھر کٹورا نکال کر بھرا اور تھوڑا سا پانی حلق میں ٹپکایا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ کٹورا اور چار دانت سونے کے ہوگئے۔ غرض چالیسویں دن کشتی کنارے پر پہنچی' حاتم اتر کر آگے چلا۔ آٹھویں دن پتھروں کے پہاڑ پر جا پہنچا' ہر ایک کنکر ایسا گرم تھا گویا ابھی آگ سے نکلا ہو۔ حاتم کے ہونٹ گرمی سے سوکھ گئے مہرہ منہ میں رکھا' مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر بے ہوش ہوگیا۔ اتنے میں وہی شخص جو جواہر لے گئے تھے پھر پیدا ہوئے اور اس کو اٹھا کر ٹھنڈا میٹھا پانی پلایا۔ حاتم ہوش میں آیا۔ ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اب کدھر جاؤں؟ انھوں نے کہا کہ اس سے آگے دریائے آتش ہے۔ یہ گرمی اسی کی ہے' مگر راستہ یہی ہے' چلا جا۔ پھر انھوں نے حاتم کو ایک مہرہ دیا اور کہا اس کو منہ میں رکھ لے گا تو آگ تجھ پر کارگر نہ ہوگی' مگر دریا پار کرتے ہی اس مہرے کو پھینک دینا۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہوگئے۔

حاتم صبح کو مہرہ منہ میں رکھ کر آگے چلا۔ تین روز کے بعد آگ کے شعلے معلوم ہونے لگے حاتم آگے بڑھا' کنارے پہنچا تو دیکھا کہ شعلوں کی لہریں آسمان تک جاتی ہیں۔ اتنے میں ایک ناؤ بھی کنارے آلگی۔ حاتم اس پر چڑھ گیا۔ قصہ مختصر ناؤ دریا کی منجدھار میں آپہنچی اور چکی کی طرح پھرنے لگی حاتم اب اللہ کی یاد میں مشغول ہوگیا۔ تین دن بعد کشتی کنارے پر جا لگی حاتم اتر پڑا۔ اب جو دیکھتا ہے کہ نہ وہ آگ کا دریا ہے اور نہ کشتی ہے۔ ایک سہانا جنگل ہے۔ مہرے کو نکال کر پھینک دیا اور آگے چلا۔ تھوڑی دور گیا تھا تو معلوم ہوا کہ یہ ملک یمن ہے۔ خوش ہو کر شکر ادا کیا۔

ایک کھیت پر کسان نے جو حاتم کو دیکھا تو بولا تیری شکل تو ہمارے شاہ زادے حاتم کی سی ہے۔

حاتم نے کہا میں تمہارے شاہ زادے سے چند روز ہوئے ملا تھا۔ وہ خیریت سے ہے۔ یمن جاکر سب کو اس کی طرف سے سلام کہو۔ اور کہہ دو کہ حاتم شاہ آباد کی طرف گیا۔ پھر حاتم نے شاہ آباد کا راستہ لیا اور چند روز میں حسن بانو کے پاس پہنچ گیا۔ حاتم نے تمام واقعات اس کو سنائے اپنا بایاں ہاتھ دکھلایا جو چاندی کا ہو گیا تھا۔ پھر سرائے میں منیر شامی سے ملا۔ اس کو سب باتیں بتائیں۔ دو تین دن بعد حسن بانو کے پاس آیا اور کہا اب چھٹا سوال کیا ہے؟

حسن بانو نے کہا:

ایک موتی میرے پاس ہے۔ اس کے برابر کا دوسرا تلاش کر کے لادے۔"

حاتم نے کہا ذرا میں اسے دیکھ لوں۔ اس نے منگوا کر دکھایا۔ وہ مرغابی کے انڈے کے برابر تھا۔ پھر حسن بانو نے اتنا ہی بڑا چاندی کا موتی بنوا کر حاتم کو دیا۔ حاتم منیر شامی کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایسا موتی تو میں نے اپنی عمر میں نہ دیکھا نہ سنا۔ بہرحال اللہ یہ مشکل بھی آسان کر دے گا۔ یہ کہہ کر حاتم روانہ ہو گیا۔

قصہ مرغابی کے انڈے برابر موتی کا

حاتم شاہ آباد سے پانچ چھ کوس پر جاکر ایک جگہ بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ یا الٰہی، ایسا موتی کیسے ہاتھ لگے گا تو ہی فضل کرے تو ایسا گوہر نایاب ملے۔ اتنے میں شام ہو گئی۔ ایک جوڑا پرند ہفت رنگی ایک درخت پر آبیٹھا۔ مادہ بولی کہ یہاں کی آب و ہوا ٹھیک نہیں ہے۔

نر نے کہا: "اچھا، صبح کو اپنے وطن چلیں گے۔"

مادہ نے کہا: "یہ کون شخص ہے؟ جو اس جنگل میں سر جھکائے غمگین بیٹھا ہے۔"

نر بولا: "یہ یمن کا شاہ زادہ حاتم ہے۔ اس کو مرغابی کے انڈے برابر موتی کی تلاش ہے۔ بے چارہ اسی سوچ میں ہے کہاں جاؤں؟ تو کہے، تو میں اس کو راہ بتاؤں۔"

مادہ بولی: "اس سے بہتر کیا کہ حیوان انسان پر احسان کرے۔"

چناں چہ نر کہنے لگا: "ایسے موتی کی پیدائش اس طرح ہوئی تھی کہ اگلے زمانے میں کچھ پرندے تیس برس بعد دریائے قہرمان کے کنارے انڈے دیتے تھے۔ اب وہ جانور ختم ہوگئے اور ان کے انڈے بھی اس دریا میں ڈوب گئے، مگر دو انڈے بادشاہ جم جان قہرمانی کے ہاتھ لگے تھے۔ انھی میں سے ایک انڈا بادشاہ شمس شاہ کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اس نے ایک شہر بھی بسایا تھا، اب وہ ویران پڑا ہے۔ اس کا خزانہ حسن بانو کے ہاتھ آیا، وہ انڈا بھی اسی میں تھا۔ جب جم جان قہرمانی مرگیا اور اس کا ملک کسی نے لے لیا تو اس کی بیوی موتی لے کر محل سے بھاگی اور دریائے قہرمان کے کنارے جانکلی۔ اتفاقاً مسعود سوداگر بھی کشتی پر سوار وہاں آنکلا۔ اس عورت نے غل مچایا کہ مجھ کو بھی اس ناؤ پر چڑھا لو۔ سوداگر نے رحم کھا کر اس کو ناؤ پر بٹھا لیا اور اس کا حال سن کر اسے اپنی بیٹی بنا لیا۔ چند روز کے بعد اس عورت کے ہاں

ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام برزخ رکھا۔ مسعود سوداگر جب مرگیا تو سوداگری اسی لڑکے برزخ کو ملی۔ اس نے خوب ترقی کی اور بادشاہ ہو گیا، مگر جب وہ مرگیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہوئے۔ انھوں نے کوہ قاف کے آس پاس کا تمام علاقہ دیووں اور پریوں کو دے دیا اور کہا کہ آدمیوں کے شہروں کی طرف مت جاؤ۔ چناں چہ وہ جزیرے اور شہر انھیں قوموں سے آباد ہیں، آدمی کا وہاں سے کوئی تعلق نہیں۔ غرض رفتہ رفتہ وہ موتی ہشام پری سرخ کلاہ کے ہاتھ لگا تھا۔ اب ماہ یار سلیمانی جو آدمی اور پری سے پیدا ہوا ہے۔ اس نے یہ موتی لے لیا ہے۔ اس کا قیام برزخ کے جزیرے میں ہے۔ اس کی ایک لڑکی بڑی خوب صورت ہے جو کوئی اس موتی کی پیدائش کا حال بیان کرے گا اسی کے ساتھ اس لڑکی کی شادی ہوگی۔ اکثر پری زاد آئے، مگر کوئی اس موتی کی کہانی سے واقف نہ تھا۔ ہر ایک مایوس واپس ہوا۔ ماہ یار سلیمانی بڑا عالم و فاضل ہے اس نے پرانی کتابیں پڑھ کر اس موتی کی پیدائش کے بارے میں معلوم کر لیا ہے۔ ان جانوروں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت سے حکم نہیں جو کہیں انڈے دیں۔ اس لیے ایسے موتی کا پیدا ہونا بند ہے۔ بلکہ اس کا تذکرہ کرنا بھی منع ہے۔ میں نے اس جوان کو خدا ترس دیکھا اس لیے یہ احوال ظاہر کیا۔"

مادہ نے کہا: "یہ غریب دریائے قہرمان تک کیسے پہنچے گا؟"

نر بولا: "ہمارے تھوڑے سے پر رکھ لے، کیوں کہ جب یہ کوہ قاف کی حد میں پہنچے گا تو اسے ایک جنگل ایسا ملے گا جس کا اور چھور نہیں اس میں داخل ہوتے وقت ہمارے لال پر جلا کر پانی میں گھولے اور اپنے بدن پر مل لے۔ اس کی بو سے تمام درندے بھاگ جائیں گے اور اس کی صورت بھی دیو کی سی ہوجائے گی۔ جب اس جنگل کو طے کر کے برزخ کے جزیرے میں پہنچے تو ہمارے سفید پر جلا کر اس کی راکھ پانی میں گھول کر بدن پر ملے۔ پھر نہا دھو کر صاف کر ڈالے اسی وقت اپنی صورت پر آجائے گا، لیکن وہاں کے لوگ اس کو پکڑ کر ماہ یار سلیمانی بادشاہ کے پاس لے جائیں گے۔ اسے چاہیے کہ اپنا مطلب اس سے کہے۔

مادہ نے کہا: "ہمارے پر کیوں کر پائے گا؟" یہ سن کر نر نے پر پھڑپھڑائے، کئی پر گر پڑے۔ حاتم نے سب چن لیے اور خوش ہوا۔ اتنے میں صبح ہوگئی اور وہ جوڑا اڑ گیا۔

حاتم ایک سمت کو چل نکلا۔ دو چار دن بعد ایک درخت کے نیچے سو رہا تھا کہ اتنے میں بہت سے جانور فریاد کرنے لگے۔ حاتم اسی طرف دوڑا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک لومڑی ہاتھ پاؤں زمین پر دے دے مارتی اور چلاتی ہے۔ حاتم نے اس سے پوچھا کہ تو کیوں بلبلا رہی ہے؟

لومڑی نے کہا: "جوان! تجھ پر اللہ کی رحمت جو تو نے میرا حال پوچھا۔ بات یہ ہے کہ ایک شکاری میرے نر کو بچوں سمیت پکڑ کر لے گیا ہے اس لیے روتی ہوں۔"

حاتم نے کہا تو مجھے راہ بتا تو میں جاکر تیرے بچوں کو شکاری سے چھڑا لاؤں۔ یہ سن کر لومڑی آگے ہو لی۔ حاتم اس کے پیچھے چل نکلا۔ رات کو اس گاؤں کے



قریب جا پہنچے۔ حاتم نے کہا تو یہاں کہیں چھپ رہ۔ میں بستی میں جاکر شکاری کو ڈھونڈتا ہوں۔ چناں چہ لومڑی ایک جھاڑی میں چھپ گئی۔

حاتم صبح تک یاد الٰہی میں مشغول رہا۔ جوں ہی آفتاب نکلا اٹھ کر شکاری کے دروازے پر دستک دی۔ وہ نکل کر پوچھنے لگا کہ کیا کام ہے؟ حاتم نے کہا:

"مجھے ایک ایسا مرض ہوا ہے کہ جس کے لیے لومڑی کا تازہ لہو بدن پر ملنا ہے۔ اگر تیرے پاس لومڑی کے بچے ہوں تو مجھے دے دے اور ان کی قیمت جو چاہے سو لے۔"

شکاری نے کہا میں نے سات لومڑیاں پکڑی ہیں۔ یہ کہہ کر ان ساتوں کو حاتم کے روبرو لے آیا۔ حاتم نے سات دینار دے کر انھیں لے لیا اور جنگل میں لا کر ہاتھ پاؤں کی رسیاں کھول کر چھوڑ دیا۔ بچے دوڑ کر اپنی ماں کے پہلو سے جا لگے۔ وہ ان کو پیار کر کے نر کے پاس جو آئی تو دیکھا کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ لگی لوٹنے پوٹنے اور سر پر خاک ڈالنے۔ حاتم نے کہا کہ اے لومڑی اب کیوں روتی ہے؟

وہ بولی کہ آج میرے سر کا تاج ڈھلا جاتا ہے۔ اس کی یہ حالت میری جدائی اور بچوں کے غم نے پہنچائی ہے اگر ابھی اس کا علاج کیا جائے تو شاید یہ نہ مرے۔

حاتم نے پوچھا: "کون سی دوا تلاش کی جائے؟"

اس نے کہا کہ اگر انسان کا گرم گرم لہو اس کے منہ میں ٹپکاؤ تو یہ ابھی توانا ہو جائے۔ یہ سن کر حاتم نے ترکش سے تیر نکال کر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کھولی اور اس کا خون نر کے منہ میں ٹپکایا' وہ توانا ہوگیا۔ حاتم نے انگلی پر پٹی باندھی' لومڑی بچوں سمیت حاتم کے پیروں پر گر پڑی۔ حاتم اس کو دلاسا دے کر آگے بڑھا۔ جب بھوک لگتی جنگل کا میوہ کھا لیتا اور پیاس میں ندی نالوں کا پانی پی لیتا۔

ایک مدت کے بعد حاتم کسی جنگل میں پہنچا وہاں پیاس کے مارے بے تاب ہوگیا۔ پانی ڈھونڈنے لگا۔ اتنے میں ایک چشمہ سفید دور سے نظر آیا۔ حاتم اس طرف دوڑ پڑا جب نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ ایک سفید سانپ کنڈلی مارے پڑا ہے۔ حاتم واپس ہونے والا تھا کہ وہ بول اٹھا:

"اے جوان یمنی' کس کام کے واسطے یہاں آیا؟"

حاتم نے سانپ کو باتیں کرتے جو دیکھا تو گھبرا کر کہنے لگا: "اے بندہ خدا میں شدت سے پیاسا تھا۔ دور سے تیرے رنگ کی سفیدی پانی کی مانند نظر آئی تو ادھر چلا آیا۔"

سانپ نے کہا: "اے عزیز! تجھ کو یہاں سب کچھ ملے گا۔"

یہ کہہ کر سانپ روانہ ہوا اور حاتم بھی اس کے ساتھ چل پڑا۔ غرض ایک باغ میں جا پہنچا پھر ایک اور جگہ پہنچ گیا جہاں شاہانہ فرش بچھا ہوا تھا اور حوض کے کنارے ایک مسند لگی ہوئی تھی۔ سانپ نے کہا:

"تو یہاں ذرا انتظار کر۔ میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر حوض میں گر پڑا۔ پھر کئی پری زاد چاندی سونے کے خوان سروں پر رکھے اس حوض سے نکلے۔ حاتم کو سلام کر کے خوان آگے رکھ دیے۔ حاتم نے پوچھا سچ کہو تم کون ہو۔ انھوں نے عرض کی کہ ہم اس کے خدمت گار ہیں جو تم کو اپنے ساتھ لایا ہے اور یہ سب تمھارے لیے بھجوایا ہے۔ حاتم نے کہا یہ میرے کس کام کا ہے؟ اتنے میں اور بہت سے پری زاد اسی طرح کے خوان جواہر لیے حاتم کے پاس آئے حاتم نے کہا:

"مہمان حاضر ہے صاحب خانہ کہاں ہے؟ عین اسی وقت وہ سانپ ایک حسین جوان بنا ہوا اکیس پری زاد سمیت حوض سے نکل آیا۔ حاتم اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے حاتم کو مسند پر بٹھلایا اور پوچھا کہ تم مجھے پہچانتے ہو؟"

حاتم بولا: "کبھی دیکھا ہوتا تو پہچانتا۔"

اس نے مسکرا کر کہا میں وہی ہوں جس کے ساتھ تم آئے تھے۔

حاتم بولا کہ اے عزیز! پہلے تیری صورت سانپ کی سی تھی اب آدمی کی شکل کیوں کر ہوگئی؟ اس نے کہا کہ یہ بھید کھانا کھانے کے بعد کھل جائے گا پھر دستر خوان بچھوایا' اور کھانا چنوایا۔

جب کھانا کھا چکے تو خواص عطر دان اور جواہر جڑا ہوا پاندان لائے۔ حاتم نے پوچھا پہلے تمھاری شکل سانپ کی تھی اب پری کی سی ہوگئی۔ اس کا کیا سبب ہے؟

وہ بولا: "اے جوان! میں پری کی قوم سے ہوں۔ نام میرا شمس شاہ ہے۔ حضرت سلیمان کے دور میں ایک دن میں اپنے باغ کی سیر کر رہا تھا۔ مجھے خیال گزرا کہ اپنے لشکر سمیت آدمیوں کے ملک پر چڑھائی کروں۔ ان کو قتل کر کے ملک چھین لوں۔ یہ سوچ کر فوج تیار رہنے کا حکم دیا۔ اتنے میں رات ہو گئی خواب گاہ میں جاکر آرام کیا۔ صبح کو جو اٹھا تو اپنے آپ کو اور تمام لشکر کو سانپ کی صورت میں پایا۔ خدا سے توبہ کی۔ فضل الٰہی سے تمام افواج اصلی صورت پر آگئی، لیکن پر کسی کے نہ ہوئے۔ پھر میں نے گریہ و زاری کی۔ تب یہ آواز آئی، جو کوئی اپنے قول سے پھرتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ قصہ مختصر ہر رات یہی صدا آتی رہی میں نے پھر دعا کی۔ تب یہ آواز آئی کہ ایک جوان یمنی تیس برس کا ادھر آئے گا۔ تو اس کو دیکھتے ہی اپنی اصلی صورت پر آجائے گا۔ تجھے اس کی خوب خدمت کرنا چاہیے، کیوں کہ وہ جو تیرے حق میں دعا مانگے گا تو ہمیشہ اپنی اصلی صورت پر رہے گا۔ نہیں تو سانپ کی شکل پھر ہو جائے گی۔ غرض اسی وقت سے میں سانپ کی صورت سے ہوں اور تیس برس سے اس جنگل میں تیرا منتظر تھا۔"

حاتم نے کہا: "وہ قول کون سا تھا کہ جس سے تو پھر گیا تھا۔"

وہ بولا کہ: "ہماری قوم نے حضرت سلیمان سے اقرار کیا تھا کہ اگر ہم آدمیوں کو ایذا دیں یا ان کے ملک کا قصد کریں تو اللہ کا قہر ہم پر پڑے۔ اس دن سے ہماری قوم نے کسی بشر کو تکلیف نہیں دی۔ مگر ایک دن میرے دل میں برا خیال گزرا تھا جس کی یہ سزا پائی۔ اب توبہ کرتا ہوں۔"

حاتم نے غسل کیا پاکیزہ لباس پہنا اور پری زاد کے حق میں دل سے دعا کی۔ اس کی دعا قبول ہوئی۔ پھر اس نے حاتم سے پوچھا کہ صاحب اب کہاں کا ارادہ ہے؟ حاتم نے کہا برزخ کے جزیرے کو جاؤں گا یہ کہا اور وہ چاندی والا موتی جو بہ طور نمونہ لایا تھا دکھلایا۔ بادشاہ نے کہا میں پری زاد تیرے ساتھ کیے دیتا ہوں پھر وہ ایک اڑن کھٹولا لائے۔ حاتم کو اس پر بٹھلایا چار نے تو پائے پکڑے تین ساتھ ہو لیے۔ اس صورت سے آسمان کی طرف ہوا ہوئے۔

چوتھے دن جس جگہ دیو رہتے تھے وہاں پری زادوں نے بھولے سے کھٹولا ایک درخت کے نیچے اتارا اور آپس میں کہا کہ ذرا یہاں آرام کر لیں۔ کچھ کھائیں پئیں۔ چناں چہ ایک پری زاد حاتم کے پاس رہا اور باقی ادھر ادھر چلے گئے۔ اتنے میں کئی دیو شکار کھیلتے ہوئے ادھر آنکلے۔ آدمی کو کھٹولے پر دیکھ کر غل مچانے لگے کہ یہاں آدمی کہاں سے آگیا۔ پری زاد حاتم کو چھوڑ کر بھاگنا چاہتا تھا کہ اتنے میں چاروں دیو اس سے لڑ پڑے۔ دو تین دیو اس نے مار دیے آخر پکڑا گیا۔ پھر وہ دیو اس پری زاد کو حاتم سمیت اپنے گھر لے آئے اور پوچھا کہ اس آدمی کو کہاں سے لایا ہے؟" اس نے کہا یہ جوان شمس شاہ کا بڑا دوست ہے، اس کو مت ستاؤ انھوں نے کہا کہ بادشاہ تو ایک مدت سے غائب ہے۔ اب کہاں سے پیدا ہوا۔ پری زاد نے تمام ماجرا بیان کیا۔ دیووں کے سردار نے کہا اس آدمی کو پری زاد سمیت کنویں میں قید کر دو رات کو کھاؤں گا۔

ادھر جب وہ پری زاد واپس آئے تو دیکھا کہ دو تین دیووں کی لاشیں پڑی ہیں،



نہ حاتم ہے نہ وہ پری زاد۔ بڑے پریشان ہوئے اور اتنے میں ایک دیو کو سسکتے پایا۔ اس کے منہ میں پانی ڈالا اور پوچھا کہ تو کون ہے؟"

اس نے کہا: "میں مقریس کے دیووں میں سے ہوں ایک پری زاد نے میرا یہ حال کیا ہے، مگر اس پری زاد کو بھی ایک آدمی سمیت مقریس کے پاس لے گئے ہیں۔"

یہ سنتے ہی پری زاد دیو کو پکڑ کر اپنے بادشاہ کے پاس لے آئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ بادشاہ فوراً لشکر لے کر چل پڑا اور جاسوس نے بتایا کہ مقریس ایک جنگل میں شکار کھیل رہا ہے۔ بادشاہ اس پر جا پڑا وہ لوگ سنبھل نہ سکے بہت سے زخمی ہوئے کتنے مارے گئے آخر مقریس گرفتار ہو کر حضور میں آیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اے کافر تو ہم کو بھول گیا۔ اتنا نہ جانا کہ شمس شاہ ابھی زندہ ہے، اب اس آدمی کو پری زاد سمیت فوراً حاضر کرو۔ مقریس نے پہلے تو ٹالنا چاہا مگر پھر مجبور ہو کر حاتم اور اس پری زاد کو بلوالیا۔ پھر شاہ نے مقریس کو اس کے دیووں سمیت آگ میں جلا دیا اور اپنے چھوٹے بھائی کو اس ملک کا حاکم بنا دیا۔ پھر حاتم سے پوچھا کہ اب کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ وہی جو پہلے عرض کیا تھا۔

چناں چہ بادشاہ نے چار پری زاد حاتم کے ساتھ کر دیے وہ اس کو اڑن کھٹولے پر بٹھلا کر لے اڑے۔ سولھویں دن اس پہاڑ پر اترے جس کو شاہ زادہ طور مان نے اپنا مسکن بنایا تھا۔ حاتم نے شاہ زادے کو غم گین دیکھا تو سبب پوچھا۔

وہ بولا: "میرا نام شاہ زادہ مہر آور ہے۔ میرا باپ جزیرہ طونان کا بادشاہ مہر نر ہے۔ برزخ کی بیٹی کے حسن و جمال کی تعریف سن کر اس جزیرے میں گیا اور اس کے باپ کے پاس پیغام بھیجا۔ اس نے مجھے بلایا اور اس موتی کو میرے سامنے رکھ کر پوچھا کہ یہ موتی کس دریا کا ہے؟ میں جواب نہ دے سکا۔ اس نے مجھے نکلوا دیا میں مارے غیرت کے پھر واپس اپنے ملک نہیں گیا۔ اس پہاڑ پر آکر رہا۔

حاتم نے کہا: "تو پریشان نہ ہو۔ اگر وہ موتی لوں گا تو موتی والی تجھے دوں گا میں اس موتی کی پیدائش کا راز جانتا ہوں۔ لے اٹھ، میرے ساتھ چل۔ چناں چہ

دونوں کھٹولے پر جا بیٹھے اور پری زاد انھیں لے اڑے۔ راہ میں مہاکال دیو کا باغ تھا۔ اتفاقاً اس کی نگاہ ان پر جا پڑی اس نے دیووں کو حکم دیا وہ اڑے اور ان کو مہاکال دیو کے پاس لے آئے مہاکال نے حاتم کو گرفتار کر لیا۔ مہر آور نے دیکھا کہ دیو آدمی کو دیکھ کر باؤلا ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس سے کہا:

"اے مہاکال! ایک آدمی کے کھانے سے کیا فائدہ۔ میں تجھے دس آدمی لا دوں گا۔"

دیو نے کہا: "اے شاہ زادے! اس کو چھوڑ جا اور دس آدمی لے آ۔ پھر میں اس کو تیرے سپرد کر دوں گا۔"

شاہ زادے نے کہا: "یہ آدمی میرا بڑا دوست ہے۔ اگر اسے ذرا بھی ایذا پہنچی تو اس کا بدلہ تجھ سے لوں گا۔ چناں چہ حاتم کو باغ میں چھوڑا اور چاروں پری زادوں کو لے کر ایک جنگل میں آیا۔ وہاں مشورہ کیا صلاح یہ ہوئی کہ گھات میں لگے رہیں۔ جب دیووں کو غافل پائیں تو حاتم کو لے کر ہوا ہو جائیں۔ ادھر جو دیو حاتم کی نگرانی کر رہے تھے انھوں نے سوچا کہ آدمی کے پر تو ہیں نہیں جو اڑ جائے۔ لہٰذا شکار کے لیے چلے گئے۔ پھر شکار کا گوشت کھا کر سو گئے۔ مہر آور تو گھات میں لگا ہی تھا۔ دیووں کو غافل پا کر حاتم کو کھٹولے پر بٹھلا کر آسمان کی طرف ہوا ہو گیا۔

ادھر مہاکال جب انتظار کر کے تھک گیا تو حاتم کو بلوایا، مگر وہ نہ ملا۔ بڑا ناراض ہوا یہاں کا تو ذکر یہ ہے اور وہ پری زاد حاتم سمیت جب دریائے قہرمان پر پہنچے تو اتفاقاً مہاکال کا ایک دیو بھی وہاں گیا ہوا تھا۔ چاہتا تھا کہ حاتم کا ہاتھ پکڑ کر اڑا لے جائے، مگر شاہ زادے نے ایک ایسی تلوار ماری کہ اس کا ہاتھ شانے سے جدا ہو کر گر پڑا۔ پری زادہ حاتم کو لے کر آگے بڑھا اور ایک جنگل میں جا پہنچے۔ وہاں کہنے لگا کہ یہاں ہماری حد تمام ہوئی۔ آگے نہیں جاسکتے۔ ہم کو رخصت کرو۔ مہر آور بولا میں حاتم کا ساتھ نہ چھوڑوں گا کھٹولے سے اتر پڑا۔ چاروں کو رخصت کیا۔

حاتم نے مہر آور سے پوچھا کہ اس جنگل سے کیسے گزرا جائے۔ اس نے کہا آگے تو پری زاد بھی نہیں جاسکتے تھے کیوں کہ یہاں کے دیو ان کو ستاتے تھے۔ حاتم



نے کہا اگر میں دیو بن کر چلوں تو کیوں کر راہ طے کی جائے؟

مہر آور بولا میں تمام دن ہوا میں اڑوں گا رات پڑے جہاں تو ہوگا وہاں اتر پڑوں گا۔ تب حاتم نے پرندے کا کالا پر نکال کر جلایا اور پانی میں اس کی راکھ گھول کر اپنے بدن پر ملی وہیں دیو کی صورت ہوگیا۔ چرند پرند بھاگنے لگے۔ غرض تمام دن چلتا، شام کو جہاں رہ جاتا وہیں مہر آور بھی آملتا کئی روز بعد ایک دریا پر پہنچے۔ مہر آور نے کہا دریائے قہرمان یہی ہے۔ حاتم نے دیکھا کہ اس کا کنارہ ادھر کا نظر نہیں آتا۔ گھبرا کر مہر آور سے کہا:

"بھائی! ایسے دریا کے پار کس طرح جا سکیں گے؟"

مہر آور نے کہا: "یہاں سے کئی کوس دور پر پردۂ بدران ہے۔ وہاں کی بادشاہت شمشان پری زاد کرتا ہے۔ اس کے پاس دریائی گھوڑے ہیں۔ وہ پیراک بھی ہیں اور اڑتے بھی ہیں۔ میں وہاں سے دو گھوڑے لے آتا ہوں۔"

چناں چہ وہ اس طرف اڑ گیا قصہ مختصر وہ دو گھوڑے لے کر آپہنچا۔ حاتم ایک

گھوڑے پر چڑھ بیٹھا۔ دوسرے پر یہ سوار ہو کر کہنے لگا: "خبردار اس کی باگ نہ چھوڑنا۔"

غرض دونوں ہوا ہوگئے۔ کئی روز کے بعد کنارہ نظر آیا۔ پری زاد نے کہا بھائی اب باگ ڈال دو۔ گھوڑے زمین پر اتر پڑے۔

حاتم نے کہا: "ہم نے سنا ہے کہ جزیرہ برزخ دریا کے درمیان ہے۔"

وہ بولا ابتدا اس جزیرے کی یہیں سے ہے، مگر یہ نہ سمجھو کہ دریائے قہرمان سے پار ہوگئے۔ یہ بھی ایک ٹاپو ہے۔ کئی جزیرے اس میں اور بھی ہیں۔"

حاتم نے کہا: "وہ شہر یہاں سے کتنی دور ہوگا؟"

وہ بولا: "دس روز کی راہ پر ہے۔"

حاتم نے کہا: "تو پھر چلے چلو۔"

مہر آور نے کہا: "میرا ملک یہاں سے نزدیک ہے چاہتا ہوں کہ جاکر لشکر لے آؤں تاکہ ہم تم شان سے شہر میں داخل ہوں۔"

حاتم نے کہا: "خدا حافظ۔ سدھاریے!" مہر آور وہیں روانہ ہوا۔ پھر حاتم نے سفید پر نکال کر جلائے۔ ان کی راکھ پانی میں گھول کر اپنے بدن پر ملی جیسا تھا ویسا ہی ہوا چند روز بعد مہر آور لشکر لے کر آگیا صبح ہوتے ہی کوچ کا نقارہ بجا۔ سوار ہوئے۔ یہ خبر برزخ کے بادشاہ کو پہنچی کہ پری زادوں کا لشکر آپہنچا ہے۔ اس نے کئی ہزار پری زاد روانہ کیے کہ انھیں راہ میں روک لو۔ شاہ زادے نے کہلوا بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں۔ شاہ زادہ یمن کو آپ سے ملنے کی آرزو ہے۔ اس لیے میں اس کو لے آیا ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ نے ان کو بلوا بھیجا اور حاتم سے آنے کا سبب پوچھا۔

حاتم نے چاندی کا وہ انڈا اس کے آگے رکھ دیا جو حسن بانو نے دیا تھا اور کہا: "اگر اس کی جوڑی کا موتی حضور سے عنایت ہو تو بڑا احسان ہو۔"

بادشاہ نے کہا: "اگر تو اس کی پیدائش کا احوال بیان کر دے تو موتی اور لڑکی تیرے حوالے کر دوں گا۔ پھر تیرا اختیار، جسے چاہے اسے دے۔"

تب حاتم نے اس موتی کی پیدائش کا احوال کہنا شروع کیا۔ ماہ یار سلیمانی سرنیچا کیے سننے لگا۔ آخر بادشاہ تحسین و آفرین کر کے تخت سے اٹھا اور موتی لے آیا پھر ارشاد کیا کہ شاہزادی کو دلہن بنائیں۔ غرض مہر آور کے ساتھ اس کی شادی کر دی گئی۔ ایک مہینے کے بعد وہ رخصت ہو کر اسی دریا پر آئے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر دریائے قہرمان پار کیا۔ پھر دیوؤں کی سرحد سے نکل کر شمس بادشاہ کے پاس پہنچے۔ وہ بڑا خوش ہوا۔ چالیس روز تک جشن چراغاں کیا۔ اکتالیسویں دن مہر آور نے حاتم اور شمس شاہ سے رخصت چاہی اور اپنے ملک کی راہ لی۔ پھر پری زادوں نے حاتم کو کھٹولے پر بٹھا کر شاہ آباد کا راستہ لیا اور ایک مہینے میں وہاں پہنچ گئے۔

لوگوں نے حسن بانو کو خبر پہنچائی کہ وہ جوان پھر صحیح سلامت آپہنچا ہے۔ اس نے پردہ کر کے اندر بلالیا حاتم نے موتی نکال کر سب کو دکھلایا اور ساری کہانی بیان کی ۔ پھر موتی حسن بانو کو دیا اور اس سے رخصت ہو کر منیر شامی سے ملا۔ تمام ماجرا کہہ سنایا۔ پھر کہنے لگا کہ بس اب ایک ہی سوال رہ گیا ہے۔ انشاء اللہ اس کو



بھی پورا کرتا ہوں۔ غرض سات دن دونوں ساتھ رہے۔ آٹھویں دن حسن بانو کے پاس آیا اور کہا:

"اب ساتواں سوال بیان کیجئے۔"

حسن بانو بولی: "اب حمام بادگرد کی خبر لا، کیوں کہ حمام کو گردش سے کیا کام؟ میں نے سنا ہے کہ وہ چکی کی طرح پھرتا ہے۔ پھر اس میں لوگ کیسے نہاتے ہیں؟"

حاتم نے پوچھا: "اتنا جانتی ہو کہ وہ کدھر ہے؟"

حسن بانو بولی: "دکھن اور پچھم کے کونے میں، مگر اس کی پیدائش نہیں معلوم۔"

یہ سن کر حاتم رخصت ہوا سرائے میں منیر شامی کو تسلی دی اور کہا انشاء اللہ اب کا سفر کر آؤں تو پھر حسن بانو سے تیری شادی کروادوں۔" یہ کہہ کر حاتم رخصت ہوا۔

حمام بادگرد کی خبر لاؤ

چند روز کے بعد حاتم ایک شہر کے قریب پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک کنویں کے گرد بہت سے لوگ جمع ہیں۔ حاتم نے پوچھا تو کسی نے کہا: "اے عزیز! یہاں کے حاکم کا بیٹا دیوانہ ہو کر اس کنویں پر بیٹھ رہا تھا۔ آج تیسرا دن ہے اس نے اپنے آپ کو اس میں گرا دیا۔ ہر چند ہم اس میں کانٹے اور رسیاں ڈال ڈال کر ڈھونڈتے ہیں، مگر اس کی لاش نہیں ملتی۔ جان کے خطرے سے کوئی اترتا بھی نہیں۔"

اتنے میں اس کے ماں باپ گریبان پھاڑے وہاں آپہنچے اور کنویں پر بیٹھ کر اس طرح رونے لگے کہ پرندے بھی فریاد کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر حاتم کا دل بھر آیا۔ اس نے کہا: "خاطر جمع رکھو میں اپنے سر کو خدا کی راہ میں ہتھیلی پر دھرے پھرتا ہوں۔ میں کنویں میں جاکر تمھارے بیٹے کی لاش ڈھونڈتا ہوں۔ تم ایک مہینے تک میری راہ دیکھنا۔ اگر آیا تو بہتر ورنہ اپنے اپنے کاربار میں مشغول ہو جانا۔"

یہ کہہ کر کنویں میں کود پڑا، کئی غوطے کھائے۔ آخر پاؤں تہہ کو جا لگے، آنکھیں کھول دیں۔ نہ کنواں نظر آیا نہ پانی۔ ایک وسیع میدان دکھائی دیا۔ آگے چلا، پھر ایک باغ نظر آیا۔ طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے تھے اور درخت پھولوں سے لدے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک جماعت پری زادوں کی ایک جگہ بیٹھی دکھائی دی۔ اور ایک تخت پر ایک خوش رو جوان بھی نظر آیا۔ حاتم گنجان درختوں میں چھپ رہا اور دیکھنے لگا۔ اتنے میں پریوں کی نظر اس پر جا پڑی۔ انھوں نے اپنے سردار کو بتایا۔ اس نے اس جوان سے کہا: "تمھارا بھائی بند ایک اور بھی آپہنچا ہے، کہو تو بلائیں۔" اس نے کہا: "بہت بہتر۔"

چناں چہ حاتم کو لے آئے۔ پری زاد اور جوان اٹھ کھڑے ہوئے اپنے پاس بٹھلایا۔ احوال پوچھنے لگے حاتم نے اپنا نام بتایا اور یہاں تک آنے کا قصہ بیان کیا۔

یہ سن کر اس جوان نے کہا:



"اے بھائی! ایک دن میں اس کنویں پر آنکلا اور یہ رشک زلیخا میری نظر پڑی۔ بس اس کی محبت میں دیوانہ ہو گیا۔ یہ روز اپنی جھلک دکھا کر چلی جاتی تھی آخر اس کی محبت نے مجھے اس کنویں میں گرا دیا۔"

حاتم نے کہا: "افسوس ہے تو یہاں رنگ رلیاں منا رہا ہے۔ وہاں تیرے ماں باپ کا حال تباہ ہو رہا ہے۔"

وہ بولا: "میں مجبور ہوں اگر یہ رخصت دے تو میں جاؤں۔"

یہ سن کر حاتم پری سے کہنے لگا: "بہتر یہی ہے کہ اس جوان کو چند روز کی رخصت دے تاکہ یہ اپنے والدین سے ملے۔"

پری نے کہا: "یہاں کس نے منع کیا ہے، ابھی چلا جائے۔"

یہ سن کر حاتم نے کہا اٹھ کھڑا ہو۔ پری نے اجازت دے دی وہ بولا: "یہ اجازت نہیں بلکہ اشارہ ہے۔ مجھ سے یہ وعدہ کرے کہ ہفتے میں دو تین بار مجھ سے ملاقات کرتی رہے گی!"

غرض پری راضی ہوگئی۔ مگر اس مہمان داری میں ایک مہینہ گزر گیا اور وہاں کنویں پر جو لوگ انتظار کر رہے تھے کہنے لگے اگر آج وہ جوان نہ نکلا تو اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے۔

اکتیسویں دن حاتم نے اس جوان سے کہا اب میں نہیں رہ سکتا چناں چہ پری نے اپنی سہیلیوں سے کہا کہ ان دونوں کو کنویں پر پہنچا آؤ۔ انہوں نے ایک جست میں دونوں کو کنویں پر بٹھلا دیا۔ سب لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

اس کے ماں باپ حاتم کے قدموں پر گر پڑے۔ پھر خوشی خوشی شہر میں داخل ہوئے حاتم کی دعوت کی۔ پندرھویں دن حاتم وہاں سے رخصت ہوا اور جنگل کا راستہ لیا۔

ایک مدت کے بعد ایک بستی نظر آئی۔ شہر پناہ کے باہر ایک بوڑھا کھڑا تھا۔ حاتم نے اسے سلام کیا۔ اس نے حاتم کو اپنا مہمان بنالیا۔ کھانے کے بعد بوڑھے نے کہا: "اے جوان! تیرا نام کیا ہے اور کہاں جائے گا؟"

اس نے کہا: "حاتم نام ہے۔ یمن کا رہنے والا ہوں۔ حمام بادگرد کی خبر کو جاتا ہوں۔"

یہ سنتے ہی اس نے سر نیچا کر لیا۔ پھر کہا کہ: "وہ کون تیرا دشمن تھا۔ جس نے تجھے ایسی جگہ بھیجا، اول تو یہ کہ اس کا نشان معلوم نہیں، دوسرے جو کوئی وہاں گیا سو گیا پھر نہ واپس آیا اور سنتے ہیں شہر قطان کے بادشاہ حارس قطان نے اس کی سرحد پر چوکی بٹھائی ہے کہ جو کوئی اس حمام کی خواہش کر کے آئے اسے پہلے میرے پاس لے آؤ۔ معلوم نہیں کیوں بلواتا ہے، مار ڈالتا ہے یا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ سن کر حاتم نے حسن بانو کا قصہ سنایا اور کہا کہ خدا کے فضل سے چھے سوال پورے کر چکا ہوں۔ اب ساتواں سوال حمام باد گرد کی خبر ہے، اگر تو جانتا ہے تو شہر قطان کی راہ مجھے دکھا دے۔

اس بوڑھے نے جو دیکھا کہ اس کا ارادہ کامل ہے۔ ساتھ ہولیا اور شہر کے باہر جاکر کہا، اے مسافر یہاں سے داہنی طرف کا راستہ اختیار کر۔ آگے بہت سے شہر

ملیں گے، پھر ایک پہاڑ نظر آئے گا اس کے نیچے ہزاروں آفتیں ہیں۔ اگر ان سے بچ نکلے گا تو ایک جنگل ملے گا۔ تھوڑی دور جاکر دوراہا آئے گا۔ بائیں طرف کو جانا۔ شہر قطان پہنچ جائے گا، اگر چہ داہنی طرف کی راہ نزدیک ہے، مگر اس میں بہت سی آفتیں ہیں۔

حاتم اس کو رخصت کر کے آپ روانہ ہوا۔ چند روز کے بعد ایک شہر نظر آیا اور نقاروں کی آواز سنائی دی۔ حاتم جی میں کہنے لگا آج شاید کسی کے ہاں شادی ہے لوگ جمع ہیں، راگ رنگ ہو رہا ہے۔ چولھوں پر دیگیں کھڑک رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر پوچھنے لگا، آج اس شہر میں کیا شادی ہے؟"

وہ بولے: "اس ملک کی رسم ہے کہ سال میں ایک دن ہر ایک امیر غریب بلکہ بادشاہ وزیر بھی اپنی اپنی لڑکیوں کو دلہن بنا کر خیموں میں بٹھلا دیتے ہیں۔ پھر ایک بڑا سا سانپ جنگل سے آتا ہے اور ایک جوان کی شکل بن کر ہر ایک کے خیمے میں جاکر ان سب کو دیکھتا ہے جو پسند آتی ہے اس کو لے جاتا ہے۔ ہم نے اس کی دہشت سے منہ پر بے حیائی کا نقاب ڈال کر مجبوراً یہ شادی رچائی ہے۔ بے بس ہیں، کیا کریں۔ شام کے وقت وہ آئے گا۔"

یہ سن کر حاتم اپنے جی میں کہنے لگا کہ یہ کام جن کا ہے۔ حقیقت میں وہ سانپ نہیں ہے۔ پھر ان سے مخاطب ہوا ان شاء اللہ آج کی رات میں اس آفت کو تمھارے سر سے دور کر دوں گا۔ انھوں نے جاکر اپنے سردار کو یہ بتایا۔ وہ سنتے ہی اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے کہا: "اے جوان! یہ کیا راز ہے؟"

حاتم نے کہا: "میں خوب جانتا ہوں کہ وہ جن ہے۔ اب جو کچھ میں کہوں اسے قبول کرو۔ شاہ نے کہا: "بسرو چشم!" پھر حاتم نے کہا:

"جس وقت وہ آئے اور جس کی لڑکی پسند کر کے لے چلے اس وقت تو اس سے کہہ کہ تم لے جانے میں مختار ہو، مگر اتنی بات ہماری بھی سنو کہ ہمارا ایک بڑا سردار مدت کے بعد آج آیا ہے۔ اب ہم اس کے تابع دار ہیں اس کی اجازت کے بغیر اس لڑکی کو تمھارے ساتھ نہیں کر سکتے۔ تم غصے ہو گے تو ایک برس میں

ہمارے ملک کو خراب کرو گے، مگر وہ جو خفا ہو گا تو ایک پل میں خاک سیاہ کر دے گا۔"

بادشاہ نے تمام دن حاتم کو اپنے ساتھ رکھا۔ جب شام ہوئی سانپ کی آمد آمد کا غل ہوا۔ لوگوں نے کہا

"اے جوان! وہ موذی آپہنچا ہے۔ حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور خیمے کے باہر آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک اژدہا آسمان سے سر لگائے ہوئے چلا آتا ہے۔ درازی کی اس کا ٹھکانا ہی نہیں۔ دیو بھی اس کا سامنا نہیں کر سکتا۔ جو پتھر اور درخت اس کی چھاتی کے تلے آتا ہے سو پس کر سرمہ ہو جاتا ہے۔ اتنے میں وہ سانپ نزدیک آیا اور اپنی دم ایسی سخت کر کے ہلائی کہ سب آدمی سر جھکائے زمین پر گر پڑے۔ پھر وہ زمین پر لوٹ کر ایک خوب صورت آدمی بن گیا۔ تب انھوں نے اٹھ کر اس کو سلام کیا اور بادشاہ اس کو اپنے خیمے میں لے گیا اور ایک تخت پر بٹھایا۔

وہ اٹھا اور کہنے لگا کہ اپنی اپنی لڑکیاں دکھلاؤ۔"

چناں چہ اس نے باہر نکل کر سب سرداروں سوداگروں اور غریبوں کی لڑکیاں دیکھیں، مگر کسی کو پسند نہ کیا الٹا پھرا۔

بادشاہ کے خیمے میں آیا۔ جہاں شاہ زادی بیٹھی تھی وہاں گیا اور اسی کو منظور نظر کر کے بادشاہ سے کہا: "اسے میرے حوالے کرو۔

یہ سن کر بادشاہ نے کہا: "ایک بزرگ زادہ بہت دنوں کے بعد واپس آیا ہے۔ اب ہم اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے۔ آپ اس کو بلوالیں۔ وہ جو کہے گا سو ہم کریں گے۔"

اس نے کہا: "اچھا بلوا لو۔"

حاتم تو قنات کے قریب کھڑا تھا فوراً ہی آگیا۔ دیو نے پوچھا:

"تو کون ہے؟ اور کیوں ہمارے تابع داروں کو گم راہ کر کے اس ملک کو تباہ کروانا چاہتا ہے۔"

حاتم نے کہا: "جب تک میں یہاں نہ تھا تب تک انھوں نے تیرا کہا کیا۔ اب

اس ملک کا مالک میں آگیا ہوں۔ جو کوئی ہمارے باپ دادا کی رسمیں بجا لاتا ہے۔ بیٹی اسی کو دیتے ہیں۔"

جن نے پوچھا: "وہ کیا ہیں۔"

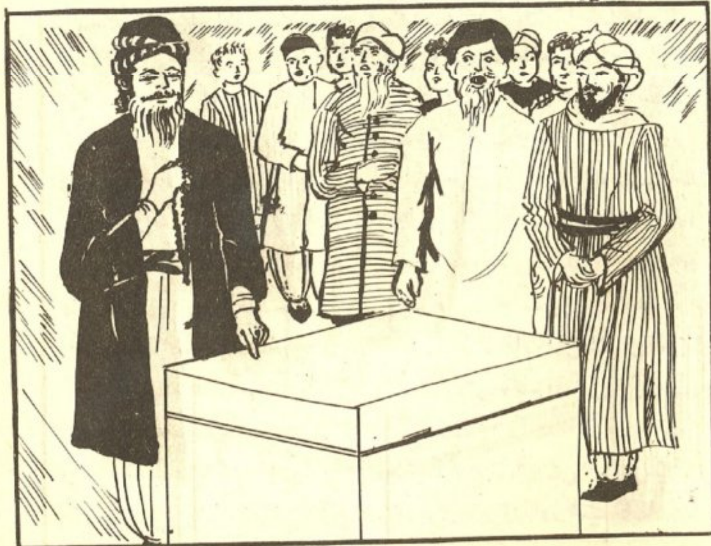
حاتم نے کہا: "میرے پاس ایک مہرہ ہے پہلے اسے گھس کر پلاتا ہوں۔"

وہ بولا: "لے آئیں پیوں گا۔"

حاتم نے وہ مہرہ جو خرس کی بیٹی نے دیا تھا اپنی جیب سے نکال کر تھوڑے سے پانی میں رگڑ کر اس کے حوالے کیا۔ جن نہ جانتا تھا اس کا پینا اس کے حق میں زہر ثابت ہو گا، مارے غرور کے پی گیا یک لخت جنی علم بھول گیا، مگر بولا:

"اب اور کوئی رسم باقی ہو تو اس کو بھی پورا کر دوں؟"

حاتم بولا: "دوسری رسم یہ ہے کہ ایک لکڑی کے بکس کے اندر اترو۔ ہم اس کا ڈھکنا بند کر دیں گے اگر اس کے باہر نکل آؤ تو ہم بہ خوشی اس لڑکی کو تمھارے حوالے کر دیں گے۔"



وہ بولا: "جلد لاؤ۔"

حاتم نے ایک بڑا سا بکس منگوا کر رکھ دیا اور اس سے کہا: "بسم اللہ۔" وہ اس میں اتر پڑا۔ حاتم نے اس کے منہ پر ڈھکنا بند کر کے مضبوطی سے بند کر دیا اور اسم اعظم پڑھنے لگا اس کی برکت سے ڈھکنا پہاڑ سا بھاری ہوگیا۔ اس نے بڑا زور لگایا' مگر نکل نہ سکا۔ حاتم نے لوگوں سے کہا کہ اس کے پاس اور اوپر لکڑیاں رکھ کر آگ بھڑکا دو انھوں نے اس کے کہنے پر عمل کیا جن چلانے لگا میں جلا میں جلا۔ کسی نے پروا نہ کی آخر جل کر بھسم ہوگیا۔ پھر حاتم نے ان لوگوں سے کہا اب ایک گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دو اور اپنے گھر جاکر آرام کرو۔ اللہ نے یہ بلا دور کی۔

بادشاہ نے حاتم کی بڑی تعریف کی۔ پھر بادشاہ نے بہت سی اشرفیاں حاتم کو پیش کیں۔ حاتم نے کہا: "یہ مجھے یہ درکار نہیں انھیں فقیروں میں بانٹ دو۔"

چناں چہ اسی وقت مال فقیروں کو تقسیم کر دیا گیا۔

حاتم تین روز ان کا مہمان رہا۔ چوتھے دن رخصت ہو کر آگے بڑھا۔ کئی روز بعد اس پہاڑ کے نیچے جا پہنچا جس کا ذکر اس پیر مرد نے کیا تھا۔ ذرا ستا کر اس پر چڑھا آگے جاکر ایک جنگل ملا جب اس سے نکلا تو ایک دوراہا ملا۔ سوچنے لگا کہ پیر مرد نے کہا تھا کہ بائیں طرف جانا۔ چناں چہ بائیں طرف چلا۔ پھر چھ کوس دور جاکر سوچنے لگا کہ داہنی طرف چلنا چاہیے۔ اگر اللہ مدد کرے گا تو کوئی بلا میرے سامنے نہ آسکے گی۔ یہ سوچ کر اس راستے سے لوٹا اور داہنی طرف چلا تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ایک جنگل ببول کا کانٹوں سے بھرا دکھائی دیا۔ توکل بخدا قدم اٹھائے تھوڑی راہ طے کی۔ آخر کانٹوں سے کپڑے پرزے پرزے ہوگئے بدن لہو لہان ہوگیا۔ کانٹوں سے تلوے چھد گئے۔ پاؤں سوج گئے۔ غرض بہ ہزار خرابی کتنے ہی دنوں میں اس جنگل سے نکلا۔ آگے بڑھا' چھپکلیوں کے جنگل میں پہنچا۔ وہ آدمی کی بو پاتے ہی اس کو کھانے کے لیے دوڑیں۔

حاتم نے دیکھا کہ ہزاروں چھپکلیاں دوڑی آتی ہیں۔ ان میں بہت سی چیتے اور کتے کے برابر ہیں اور بہت سی لومڑی اور گیدڑ کے برابر' ڈرا اور کانپنے لگا۔ اتنے میں

وہ قریب آپہنچیں۔ ایک بوڑھا نورانی صورت داہنے ہاتھ کو نمودار ہوا اور کہنے لگا:

"اے جوان تو نے بزرگوں کا کہنا نہ مانا آخر پشیمان ہوا۔"

حاتم نے کہا: "برا کیا نادم ہوں۔" تب اس بزرگ نے فرمایا کہ مہرہ خرس کی بیٹی کا نکال کر زمین پر ڈال دے۔ وہ غائب ہو جائیں گی۔ اس نے فوراً مہرہ خرس کی بیٹی کا نکال کر زمین پر پھینک دیا۔ پہلے تو زمین پیلی ہوگئی' پھر سیاہ آخر سبز ہو کر سرخ ہوگئی۔ چھپکلیاں دیوانی ہو کر آپس میں لڑیں اور تھوڑی دیر میں تمام ہوگئیں۔

حاتم نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور اپنا مہرہ اٹھا کر آگے چلا۔ کچھ دنوں کے بعد اژدھوں کا ایک جنگل ملا۔ وہاں کا ہر ایک ذرہ اس کے جوتوں کو چھید کر گزر جاتا۔ یہ اپنے کپڑوں سے چیتھڑے پھاڑ پھاڑ کر جوتوں کے اندر رکھ لیتا تھا۔ اس کے پاؤں چھلنی ہو گئے آخر کار ہزار محنت و مشقت سے اس جنگل کو طے کیا اور الحمد اللہ کہہ کر ایک جگہ بیٹھ گیا اور پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر جوتے پہن کر لنگڑاتا ہوا چل نکلا۔ چند قدم اس جنگل میں چلا تھا کہ وہاں کے بچھو آدمی کی بو پاکر دوڑے۔ بہت سے ان میں بلی کے برابر اور بہت سے لومڑی کے برابر تھے۔ دمیں ان کی گیدڑ کی سی' پاؤں مرغ کے سے' گردنیں تختے کے مانند تھیں۔

حاتم سہم کر کانپنے لگا۔ ادھر ادھر تاکنے لگا کہ وہی بوڑھا پھر آپہنچا اور بولا وہی مہرہ زمین پر ان کے سامنے ڈال دے اور قدرت کا تماشا دیکھ۔ حاتم نے جو اس مہرہ کو پھینکا وہیں زمین رنگ بدلنے لگی۔ بچھو بھی آپس میں لڑنے لگے۔ ایک کے ڈنک سے دوسرے کا بدن پھٹ گیا۔ حاتم دیکھتا رہا۔ تین روز میں وہ بھی تمام ہوگئے۔ چوتھے روز مہرے کو اٹھا کر روانہ ہوا۔ چند روز بعد ایک شہر دکھائی دیا۔ یہ اس میں داخل ہوا لوگوں نے پوچھا:

"اے جوان تو کس راہ سے آیا ہے؟"

حاتم نے کہا: "داہنی طرف سے۔"

وہ حیران ہو کر کہنے لگے: "کہ جیتا کیوں کر بچا۔ کیا چھپکلیوں اور ببول کے کانٹوں کی مصیبت اژدھوں کے جنگل اور بچھوؤں کی آفت تجھ پر نہ پڑی؟"

حاتم بولا: "ان بلاؤں میں مبتلا ہوا تھا مگر مدد الٰہی سے چھپکلیوں اور بچھوؤں کو ٹھکانے لگایا۔ اب اس راہ میں سوائے اژدھوں کے ٹکڑوں اور ببول کے کانٹوں کے کوئی چیز نہیں۔"

یہ سن کر جو سوداگر رکے ہوئے تھے۔ وہ اسی راہ پر چل پڑے۔ یہ خبر بادشاہ کو بھی پہنچی کہ کاروانوں نے ایک مسافر کے کہنے پر وہ راہ اختیار کی جس میں اژدھوں اور ببول کے کانٹوں کا جنگل ملتا ہے۔ حکم کیا ہرکارے ان کے پیچھے جائیں۔ راستے کے بارے میں تحقیق کر کے پھر آئیں۔ ادھر حاتم کو بلا کر اپنے پاس رکھا اور کہا چند روز یہاں آرام کر مگر مطلب یہ تھا کہ کہ سچا ہوا تو خیر ورنہ سولی دوں گا۔

چند روز بعد ہرکارے واپس آگئے اور بادشاہ سے عرض کی کہ جو کچھ اس مسافر نے کہا تھا سچ ہے۔ تب شہریار نے ہر طرف اطلاع بھجوائی کہ اب وہ راہ آفتوں سے پاک ہو چکی ہے اور حاتم سے معذرت کی اور کہا مجھ سے خطا ہوئی معاف کر۔ پھر بہت سا زر و جواہر اس کے آگے رکھا حاتم نے کہا کہ جو کچھ عنایت ہوا ہے میرے کس کام ہے۔ مجھے ایک ضروری کام درپیش ہے۔ بس ایک رہبر میرے ساتھ کر دیجئے جو شہر قطان کا راستہ بتا دے۔

بادشاہ نے کہا: "اس شہر میں کیا کام ہے۔"

اس نے کہا: "سنا ہے کہ حمام بادگرد اسی سرزمین پر ہے۔ میں اس کو دیکھنے کا مشتاق ہوں۔"

شاہ نے کہا: "یہ خیال دل سے نکال دے کیوں کہ جو کوئی اس طرف گیا جیتا نہیں بچا۔" غرض ہرچند بادشاہ نے منع کیا مگر حاتم نہ مانا۔ آخر کار دو آدمی ساتھ کر دیے کہ شہر قطان کی راہ پر اس کو پہنچا دیں۔ حاتم رخصت ہوا۔

چند روز بعد ایک مقام پر رہبروں نے کہا کہ ہماری حد تمام ہو چکی ہے یہ سرحد شہر قطان کی ہے۔ حاتم ان کو وداع کر کے آگے بڑھا جب قریب پہنچا تو لوگ اس سے کہنے لگے کہ کس راہ سے آیا ہے۔ حاتم نے کہا فلانی طرف سے اگرچہ اس راہ میں بہت سی آفتیں تھیں، لیکن اللہ نے اس راہ کو اپنے کرم سے پاک کیا اور مجھے

صحیح سلامت یہاں تک پہنچا دیا۔ یہ سن کر سب خوش ہوئے۔ حاتم شہر میں داخل ہوا اور سرائے میں اترا۔ ایک دن دو بیش قیمت موتی اور دو لعل ایک ڈبیا میں رکھ کر بادشاہ کے پاس پہنچا۔ بادشاہ نے حاتم کو بلوالیا۔ حاتم نے وہ جواہر نذر کیے۔ بادشاہ بڑا خوش ہوا۔ پوچھا: "کہاں اترے ہو؟"

اس نے کہا: "سرائے میں۔"

بادشاہ نے کہا ہماری خوشی ہے ہمارے پاس رہو۔ حاتم وہیں آرہا۔ چھ مہینے اسی طرح گزر گئے۔ ایک دن حاتم نے بادشاہ کو خوش و خرم دیکھا تو کئی لعل و زمرد پھر نذر کیے: "اے جوان ایک مدت سے تو میری خدمت میں حاضر ہے پر کچھ فرمائش نہیں کرتا۔ بے تکلف مانگ، بلا توقف تجھے دوں گا۔"

جب بادشاہ نے اصرار کیا تو حاتم نے کہا حمام بادگرد کے دیکھنے کی آرزو ہے۔ یہ سن کر بادشاہ متفکر ہوا۔ سر جھکا کر چپ ہو گیا۔

حاتم نے پوچھا: "اس قدر متفکر کیوں ہے؟"

بادشاہ نے کہا: "مجھے کئی طرح کے اندیشے ہیں۔ پہلے تو میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی کو حمام بادگرد کی طرف نہ جانے دوں گا۔ اگر تجھ کو جانے دوں تو عہد شکنی ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ تجھ سا جوان اپنی جان سے ہاتھ دھوئے۔ تیسرے یہ کہ جیسا تو ہے ایسا آج تک میرے پاس نہیں آیا۔ چوتھے یہ کہ اگر تجھے رخصت کروں تو جدائی کیوں کر سہوں۔"

تب حاتم نے منیر شامی اور حسن بانو کا قصہ بیان کیا اور کہا کہ اب یہی ایک سوال باقی رہ گیا ہے۔ آخر بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا حمام بادگرد کے دربان "سامان ارک" کو خط لکھ کر حوالے کرو۔ پھر حاتم کو گلے لگا کر رخصت کیا اور کئی آدمی ساتھ کیے پندرہ روز کے بعد حمام نظر آنے لگا۔ حاتم نے پوچھا یہ قلعہ ہے یا پہاڑ؟ انہوں نے کہا یہی حمام کا دروازہ ہے۔ نزدیک معلوم ہوتا ہے مگر سات روز میں پہنچے گا۔

ساتویں دن دروازے کے قریب جا پہنچے۔ حاتم نے دیکھا کہ پہاڑ کے دامن میں



ایک بڑا لشکر پڑا ہے۔ پوچھا کہ یہ فوج کس کی ہے؟ ساتھیوں نے کہا حمام بادگرد کے دربان کی۔ حاتم "سامان ارک" کے خیمے میں آیا۔ صاحب سلامت کر کے بادشاہ کا خط دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ اس جوان کے ساتھ میں نے عہد کیا تھا اس لیے اس کو بھیجا ہے اگر تو اس کو سمجھا بجھا کر واپس کر دے تو ہم خوش ہوں گے اور یہ نہ مانے تو حمام میں بھجوادے۔ چناں چہ اس نے حاتم کو سمجھانا چاہا۔ جب دیکھا وہ نہیں مانتا تو سامان ارک اٹھ کھڑا ہوا۔ حاتم کو دروازے پر لے گیا۔ حاتم نے دیکھا دروازے پر خط سریانی میں لکھا ہے کہ یہ طلسمات کیومرس بادشاہ کے وقت میں بنا ہے۔ جو کوئی اس طلسمات میں جائے گا جیتا نہ نکلے گا۔ اگر اس کی زندگی ہے تو ایک باغ میں وارد ہو گا۔ وہاں کے میوے کھائے گا مگر باہر نہ نکل سکے گا۔

حاتم ہمت کر کے اندر چلا گیا۔ دس بارہ قدم چل کر جو پیچھے دیکھا تو دروازہ نظر نہ آیا، مگر ایک لق دق جنگل موجود تھا۔ متفکر ہو کر دروازہ تلاش کرنے لگا۔ پر دروازہ نہ ملا۔ چند روز بعد ایک طرف چل نکلا۔ تھوڑی دور گیا ہو گا کہ ایک آدمی

کی صورت نظر پڑی۔ ادھر چلا وہ بھی ادھر ہی کو آگیا۔ جب نزدیک پہنچا تو اس طلسماتی صورت نے سلام کیا اور ایک آئینہ بغل سے نکال کر حاتم کو دیا۔ حاتم نے اس میں اپنا منہ دیکھا اور پوچھنے لگا کہ حمام یہاں سے نزدیک ہے؟ اور کیا تو حجام ہے جو آئینہ دکھاتا ہے؟" اس نے کہا "البتہ" پھر حاتم نے پوچھا کہ تو حمام کو چھوڑ کر کدھر جاتا ہے؟ وہ بولا جس کسی کو دیکھتا ہوں تو لے جا کر حمام میں نہلاتا ہوں۔ اگر آپ بھی چل کر غسل کریں تو آپ کی بدولت کچھ نہ کچھ مل جائے گا۔

آگے آگے حاتم پیچھے پیچھے نائی، چلے جاتے تھے۔ کچھ دور جا کر ایک گنبد نظر پڑا حجام اندر گیا اور اس کو بلایا حاتم جوں ہی داخل ہوا دروازہ بند ہو گیا حجام اسے حوض پر لے گیا حاتم لنگی باندھ کر حوض میں اترا حجام نے گرم پانی ایک ڈونگے میں بھر کر اسے دیا۔ اس نے سر پر ڈال لیا اس نے پھر بھر کر دیا۔ اس نے پھر اسے اپنے اوپر ڈال لیا۔ تیسری مرتبہ جوں ہی سر پر ڈالا کسی چیز کے پھٹنے کی ایک زور دار آواز ہوئی۔ حمام میں اندھیرا ہو گیا۔ ذرا دیر بعد تاریکی جاتی رہی تو کیا دیکھتا ہے کہ حجام ہے نہ حمام، نہ حوض ہے مگر ایک پتھر کا تراشا ہوا گنبد ہے۔ اس کا تمام صحن پانی سے بھرا ہوا ہے۔ ایک لمحہ نہ گزرا تھا کہ پانی پنڈلیوں تک آگیا پھر بڑھ کر گھٹنوں تک پہنچا۔ تب حاتم گھبرایا۔ اتنے میں پانی ڈوباؤ ہو گیا۔ حاتم پیرنے لگا۔ غرض پانی اتنا بلند ہوا کہ اس کا سر گنبد سے جا لگا۔ ہاتھ پاؤں شل ہو گئے قریب تھا کہ بیٹھ جائے، وہیں ایک زنجیر لٹکتی دکھائی دی۔ حاتم نے دونوں ہاتھوں سے اسے پکڑ لیا۔

اتنے میں پھر ویسی ہی آواز ہوئی۔ وہ گنبد کے باہر ہو گیا اپنے آپ کو ایک جنگل میں پایا سوائے میدان کے کچھ دکھائی نہ دیا خوش ہوا کہ اس طوفان سے نجات پائی اور طلسمات سے رہائی۔

آگے بڑھا تین دن تک بھٹکتا پھرا۔ پھر ایک عمارت دکھائی دی۔ نزدیک جا کر دیکھا تو دروازہ کھلا پایا۔ اندر چلا گیا۔ کئی قدم بڑھ کے جو پھر دیکھا تو دروازے کا نشان نہ پایا۔ فکر مند ہوا کہ یہ کیا بلا ہے۔ مجبور ہو کر ایک طرف چلا۔ وہاں درخت پھلوں سے لدے تھے۔ بھوکا تو تھا ہی کھانے لگا جتنا کھاتا پیٹ نہ بھرتا۔ پھر سیر کرتا

ایک بارہ دری کے قریب جاپہنچا۔ اس کے متصل بہت سے آدمی پتھر کے ننگے کھڑے تھے، مگر ایک ایک لنگوٹ باندھے تھے سو وہ بھی پتھر کا۔ حیران ہوا۔ اسی فکر میں تھا کہ ایک توتی نے ہانک ماری کہ:

"اے جوان کیوں کھڑا ہے؟"

حاتم نے جو سر اٹھایا تو ایک توتی پنجرے میں دیکھی اور یہ عبارت ایوان پر لکھی پائی۔

"اے بندہ خدا! اس حمام بادگرد سے سلامت نہ جائے گا کہ یہ طلسمات کیومرس بادشاہ کا ہے۔ ایک روز کیومرس بادشاہ شکار کھیلتا ہوا ادھر آنکلا تھا۔ اتفاقاً اس نے ایک ہیرا پڑا دیکھا۔ اٹھا لیا۔ تلوایا تو تین سو مثقال (سونے کے سکے) وزن نکلا۔ حکیموں سے پوچھا کہ اس کا ثانی مل سکے گا۔ انھوں نے کہا کہ آدم کے وقت سے لے کر اب تک نہ ایسا دیکھا نہ سنا۔ تب اس نے کہا کہ لازم ہے کہ اس کو ایسی جگہ رکھوں جو کسی کے ہاتھ نہ لگے۔ یہ سوچ کر حمام بادگرد کا طلسمات بنایا اور اس توتی کو وہ ہیرا نگلا کر پنجرے میں رکھ کر یہاں لٹکا دیا اور اس کرسی جواہر نگار پر تیرو کمان اس واسطے رکھ دیا کہ جو کوئی اس طلسمات میں آئے اور باہر نکلنے کا قصد کرے تو یہ تیرو کمان اٹھا لے۔ اس توتی کے سر میں ایک تیر مارے۔ اگر لگا تو وہ وہیں اس طلسم کے باہر ہوا اور ہیرا بھی اس نے پایا۔ نہیں تو پتھر کا ہو جائے گا۔

حاتم اس کو پڑھ کر ان بتوں کو دیکھنے لگا اور سوچنے لگا کہ اگر اس طلسم سے نہ نکلا تو اپنی جان کھو دے گا۔ یہ خیال کر کے اس کرسی کے پاس گیا بسم اللہ کہہ کر تیر وکمان اٹھا ایک تیر اسے لگا ہی بیٹھا۔ توتی پھڑک گئی۔ تیر خطا کر کے پنجرے کی چھت سے جالگا حاتم گھٹنوں تک پتھر کا ہوگیا۔ وہ جہاں بیٹھی تھی وہیں آبیٹھی اور بولی جا یہاں سے یہ جگہ تیرے لائق نہیں۔"

حاتم اچھل کر تیر و کمان سمیت سو قدم پیچھے جا پڑا۔ اپنی حالت پر آنسو بھر لایا اور کہنے لگا کس مشکل سے تو یہاں تک پہنچا ہے۔ اب ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا کیا معنی۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ ایک تیر اور لگا۔ یہ سوچ کر دوسرا تیر مارا۔ اس نے



بھی خطا کی ناف تک پتھر کا ہوگیا۔

توتی نے پھر کہا: "اے جوان چلا جا۔ حاتم دو سو قدم اچھل کر اب بتوں کے قریب جاپہنچا۔" زار زار رونے لگا۔ سوچنے لگا کہ ایک تیر جو رہ گیا اس کو بھی لگا' چناں چہ اللہ اکبر کہہ کر وہ تیر مارا وہیں توتی کی روح پرواز کر گئی اور پنجرے سے باہر نکل پڑی۔ اتنے میں ایک آندھی آئی' گھٹا اٹھی۔ بجلی کڑکنے لگی۔ اندھیرا ہوگیا۔ شور و غل ایسا بلند ہوا کہ حاتم بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کچھ دیر بعد آندھی ہوا ہو گئی' ابر جاتا رہا۔ شور و غل ختم ہوا۔ سورج نکل آیا۔ حاتم نے جو آنکھیں کھولیں تو اپنے کو بتوں کے برابر دیکھا۔ حواس بجا ہوئے تو دیکھا کہ نہ وہ حمام ہے نہ باغ' کرسی نہ پنجرہ نہ توتی' مگر ہیرا زمین پر پڑا چمک رہا ہے۔ حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور دوڑ کر اسے اٹھا لیا۔ سجدہ شکر ادا کیا تب وہ سب کے سب آدمی ہوگئے۔ حاتم سے کہنے لگے۔ اے جوان' تو کیوں کر سلامت رہا وہ باغ کدھر گیا حمام کیا ہوا؟

حاتم نے تمام سرگزشت کہی۔ قصہ مختصر حاتم ان سب
طرف چلا۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ وہی دروازہ نظر آیا جس سے داخل ہوا تھا۔ اس سے باہر نکلا تو "سامان ارک" کا لشکر دکھائی دیا وہ اس کو دیکھتے ہی اٹھا بغل گیر ہوا۔ حاتم نے تمام واقعات بیان کیے چند روز بعد شہر قطان میں داخل ہوا حارس شاہ سے ملا اور وہ ہیرا دکھایا اور کہا:

"یہ بے چارے جو میرے ساتھ آئے ہیں پتھر کے ہو گئے تھے۔ مہربانی فرما کر انھیں ایک گھوڑا اور سفر خرچ عنایت ہو تو اپنے اپنے وطن کو جائیں۔"

بادشاہ نے یہی کیا، پھر حاتم رخصت ہوا اور کئی مہینے کے بعد شاہ آباد میں داخل ہوا اور حسن بانو کے پاس پہنچا۔ اسے تمام واقعات سنائے پھر ہیرا نکال کر دکھایا۔ حاتم نے کہا میں نے اپنا وعدہ پورا کر لیا اب تو بھی وفا کر۔ چناں چہ حسن بانو اور منیر شامی کی شادی کا انتظام کروایا۔ ان دونوں کی بڑی دھوم دھام سے شادی ہو گئی۔

حاتم نے منیر شامی اور حسن بانو سے رخصت چاہی اور اپنے وطن یمن پہنچا۔ اپنے والدین سے ملا۔ محل میں خوشیاں منائی گئیں۔ بادشاہ نے ہر ایک کو خلعت دیا۔ غرض دس برس سات مہینے اور نو روز میں حاتم کی ہفت سیر تمام ہوئی۔ منیر شامی اپنے مطلب کو پہنچا۔ آخر نہ یہ رہا اور نہ وہ رہا۔ ایک کہانی کہنے سننے کو رہ گئی۔

(ختم ہوئی)